عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۹ | ۱۱تا۱۸/ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۳تا۳۰/ جون ۲۰۱۰ء | شمارہ: ۲۴

فکرِ آخرت

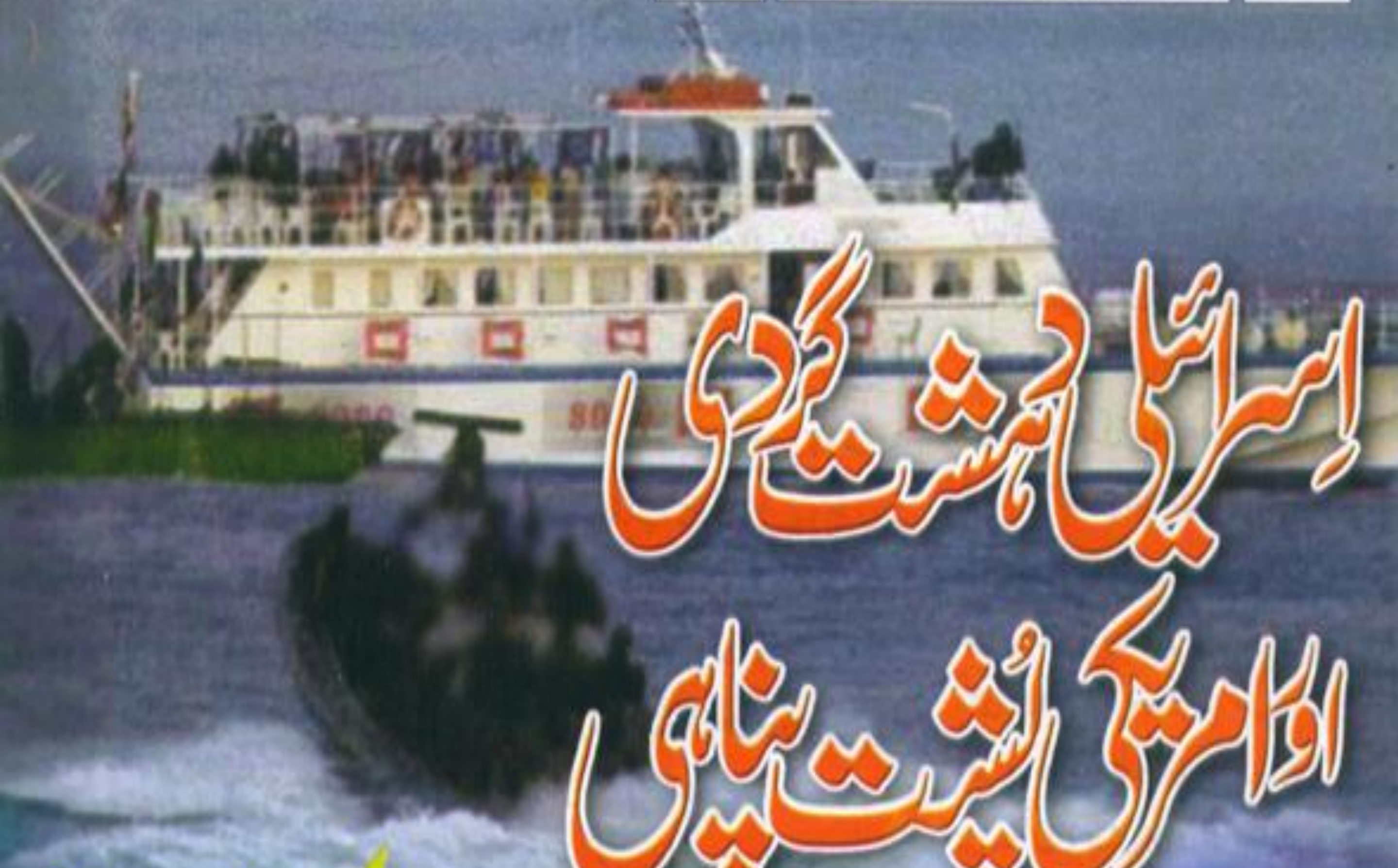

اسرائیلی دہشت گردی اور امریکی پشت پناہی

ایک اور مرزا غلام احمد قادیانی

فتنۂ قادیانیت اور اہلِ قلم

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

تین طلاقیں واقع ہوگئیں

محمد انور، دوحا (قطر)

س:...... میری بیٹی کو اس کے شوہر نے تین طلاق اسٹیمپ پیپر پر لکھ کر ڈاک سے بھیجا، اس پیپر پر دو گواہ اور اس کے خاوند کے دستخط ہیں۔ کیا یہ تین طلاق ہوگئی یا اس کو ایک طلاق سمجھا جائے گا؟ رجوع کا وقت بھی گزر چکا ہے، حق مہر آدھا معجل تھا اور آدھا غیر معجل ہے۔ اس کے خاوند نے مطالبے پر بھی ادا نہیں کیا۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

ج:...... چاروں اماموں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا متفقہ فتویٰ ہے کہ تین طلاق بیک وقت دی جائیں یا الگ الگ تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔ لہٰذا آپ کی بیٹی کو تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں، اب اس کے شوہر کو رجوع کا حق بھی نہیں ہے، لہٰذا شوہر کے ذمہ ہے کہ بیوی کا باقی ماندہ مہر ادا کرے اور عورت پر لازم ہے کہ عدت گزار کر دوسری جگہ عقد نکاح کرے۔

گھر کے کپڑوں میں نماز

بنت عبداللہ، کراچی

س:...... آپ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا تھا کہ گھر کے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ہم ملازمت پیشہ خواتین ہیں، ہم جو کپڑے پہن کر اسکول جاتے ہیں، گھر آکر انہیں تبدیل کرنا پڑتا ہے، کیونکہ گھر کے کام کے دوران کپڑے خراب ہوجاتے ہیں، مثلاً باورچی خانہ میں کام کرتے ہوئے برتن اور کپڑے دھوتے ہوئے، بچوں کے بہت سے کام کرنے ہوتے ہیں، نیز روزمرہ کے دیگر کام بھی کرنے پڑتے ہیں، اگر یہ تمام کام ہم آفس والے کپڑوں میں کریں گے تو کپڑوں پر داغ دھبے پڑنے سے خراب ہوجاتے ہیں، ہم ایک جوڑا دو دن پہنتے ہیں، ویسے گھر کے کپڑے وغیرہ صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوتے ہیں، اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟

ج:...... میرے جواب کا مقصد یہ تھا کہ ایسے خراب، میلے کچیلے کپڑے یا پھٹے پرانے کپڑے جن کو پہن کر کسی تقریب میں نہیں جایا جاسکتا، ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، تاہم خواتین جو گھر میں کپڑے پہنتی ہوں اور وہ ایسے خراب نہ ہوں، ان میں نماز جائز ہے۔

نبی، رسول اور پیغمبر میں فرق

فاروق احمد، راولپنڈی

س:...... نبی، رسول اور پیغمبر میں کیا فرق ہے؟

ج:...... پیغمبر کا لفظ نبی و رسول دونوں کو شامل ہے اور ان دونوں کو پیغمبر کہا جاتا ہے، نبی وہ ہے جو پہلے نبی کی تعلیمات اور کتاب و شریعت کی تعلیم کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے اور رسول وہ ہوتا ہے جس کے پاس نئی کتاب یا صحیفہ آیا ہو۔

مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ

مسجد اور جامع مسجد میں فرق

س:...... مسجد اور جامع مسجد میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ج:...... مسجد کا لفظ عام ہے ہر مسجد کو مسجد کہا جاتا ہے، جامع مسجد وہ ہے جس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو، جیسے دیہات کی مسجد کو بھی مسجد کہا جاتا ہے، مگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا اور جامع مسجد وہ ہوتی ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔

مسجد میں جماعت ثانی

س:...... مسجد میں جماعت کے بعد اگر کچھ لوگ الگ دوسری جماعت کروائیں تو اسے کیا کہیں گے؟ اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا مسجد میں دوسری جماعت کروانا درست ہے؟ میرے آفس کی مسجد میں کافی جماعتیں ہوتی ہیں، کیا یہ عمل صحیح ہے؟

ج:...... ایسی مسجد جو محلے کی ہو اور اس میں باقاعدہ امام مقرر ہو اور اس میں جماعت ہوتی ہو، احناف کے ہاں اس میں دوسری جماعت مکروہ ہے۔ اس کے علاوہ ایسی مساجد جو راستہ پر بنی ہوتی ہیں اور ان میں کوئی امام مقرر نہیں ہوتا اور اس میں باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی، ان میں کئی جماعتیں کی جاسکتی ہیں۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مجلس ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری | صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی | مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری | مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۲۹ ۱۱ تا ۱۸/ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۴ تا ۳۰/ جون ۲۰۱۰ء شمارہ: ۲۴

اس شمارے میں!

ایک اور مرزا غلام احمد قادیانی!	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
چیلنج	۸	سیف اللہ خالد
فتنہ قادیانیت اور اہل قلم!	۱۱	محمد یاسر حبیب
اسرائیلی دہشت گردی اور امریکی پشت پناہی!	۱۳	ثروت جمال اصمعی
میر کارواں کی رحلت (۴)	۱۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
آزادیٔ اظہار رائے یا بغض وعناد؟	۱۹	منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ
خانہ ساز نبی علی بن محمد (۲)	۲۲	جناب نثار احمد خان فتحی
فکر آخرت کی ایک حیرت انگیز مثال!	۲۵	عبدالرحیم ندوی

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے
چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

گزشتہ سے پیوستہ

قیامت کے حالات

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حوضِ کوثر کے برتنوں کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں انسان کی ناکامیوں کو ایک محسوس مثال سے سمجھایا ہے، جو خطوط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچ کر دکھائے ان کا نقشہ یہ ہے:

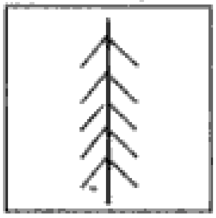

جس میں دِکھایا گیا ہے کہ انسان اَجل کے احاطے کے اندر محصور ہے اور اس کی اَمل اور آرزو اس احاطے سے باہر ہے، اجل کا یہ احاطہ چونکہ اس کی نظر سے اوجھل ہے اس لئے وہ اپنی آرزو تک پہنچنے کی تگ و دو کرتا ہے، لیکن انسانی عوارض قدم قدم پر اس کے پاؤں کی زنجیر بنتے ہیں، ایک چیز سے بچ نکلے تو دُوسری چیز اُسے ڈس لیتی ہے، ان تمام عوارض کے باوجود وہ حصولِ تمنا کے لئے اپنا سفر جاری رکھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اب اس کی منزلِ مقصود بہت قریب آگئی ہے حالانکہ اس کا مقصود موت کے احاطے سے باہر ہے اور یہ خود اَجل کے احاطے میں محصور ہے، نتیجہ یہ کہ جونہی یہ اپنے مطلوب کے قریب پہنچتا ہے اَجل اسے آکر دبوچ لیتی ہے اور یہ بصد حسرت و ارمان دُنیا سے رُخصت ہوجاتا ہے:

”وکم حسرات فی بطون المقابر!“

پس یہ انسان کی ناکامیوں کی خوبصورت تمثیل ہے، دانا وہ ہے جو اس دُنیا میں لمبی لمبی آرزوئیں نہ پالے، اور خیالی منصوبوں میں وقت ضائع نہ کرے، بلکہ موت اور موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کرے، اس لئے بزرگانِ دین فرماتے ہیں:

کارِ دُنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اس کی دو عادتیں جوان ہوتی رہتی ہیں، ایک مال کی حرص، دُوسرے عمر کی حرص۔“ (ترمذی، ج:۲ ص:۶۸)

آدمی کی عمر جتنی زیادہ ہوتی جائے وہ موت کی منزل کے قریب ہوتا جاتا ہے، اس لئے تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ آدمی جب بوڑھا ہوجائے تو چونکہ اس کی طبعی عمر پوری ہوچکی، اس لئے اس میں مال کی حرص بھی ختم ہوجانی چاہئے اور زیادہ دیر تک جینے کی اُمید بھی منقطع ہوجانی چاہئے، مگر اس کے بالکل برعکس ہوتا یہ ہے کہ آدمی جوں جوں بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی مال کی حرص اور تادیر زندہ رہنے کی حرص جوان ہوتی جاتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی کو سب سے زیادہ محبت اپنی جان سے ہے اور وہ اس کی بقائے دوام کا خواہش مند رہتا ہے، اور طولِ عمر کے لئے مال و دولت کی ضرورت ہے اس لئے مال سے بھی اس کی محبت بڑھتی جاتی ہے، مگر یہ چیز عقلاً و شرعاً مذموم ہے، اس لئے کہ بڑھاپے میں جبکہ آدمی کے اپنے قویٰ بھی جواب دے جاتے ہیں، آدمی کو آخرت کی تیاری میں مشغول ہونا چاہئے اور دُنیا سے اور یہاں کی دل فریبیوں سے اس کا دل سرد ہوجانا چاہئے، حق تعالیٰ شانہٗ کے مقبول بندے جن پر اللہ تعالیٰ دُنیا کی حقیقت منکشف فرمادیتے ہیں ان کی یہی شان ہوتی ہے کہ عمر کی پختگی کے ساتھ ان کے زُہد و قناعت اور توجہ الی الآخرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و احسان سے اس ناکارہ کو بھی یہ دولت نصیب فرمائیں۔

”حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی ایسی حالت میں پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے پہلو میں ننانوے آفات ہیں، اگر وہ ان آفات سے بچ نکلے تو بڑھاپے میں جا گرتا ہے۔“ (ترمذی، ج:۲ ص:۶۸)

یعنی آدمی کے گرد و پیش بے شمار آفتیں لگی ہوئی ہیں، جو اکثر و بیشتر اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوتی ہیں، اور اگر کبھی ان سے بچ نکلے تو بڑھاپا اس کے استقبال کے لئے کھڑا ہے، جس کا کوئی علاج نہیں، اور جو موت کا دروازہ ہے۔

”حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو اُٹھتے اور فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، وہ کپکپا دینے والی آرہی ہے (مراد قیامت کا نفخۂ اُولیٰ ہے) اور اس کے پیچھے آنے والی (مراد نفخۂ ثانیہ ہے) موت مع اپنے تمام اَحوال کے آرہی ہے، موت مع اپنے تمام اَحوال کے آرہی ہے۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر بکثرت دُرود بھیجتا ہوں، میں اپنے اوراد و وظائف میں سے آپ کے لئے دُرود شریف کا کتنا حصہ رکھوں؟ فرمایا: جتنا تمہارا جی چاہے۔ میں نے عرض کیا: چوتھائی حصہ؟ فرمایا: جتنا تمہارا جی چاہے! اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: پھر نصف رکھوں؟ فرمایا: جتنا تمہارا جی چاہے! اور اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: دو تہائی؟ فرمایا: جتنا تمہارا جی چاہے! اور اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا: تو پھر میں وظیفے کا تمام وقت آپ پر دُرود بھیجنے پر صرف کروں گا! فرمایا: اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت ہوگی اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

(ترمذی، ج:۲ ص:۶۸)

(جاری ہے)

اداریہ

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

ایک اور مرزا غلام احمد قادیانی

انگریز کے عہد اقتدار میں قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور موجودہ بھارتی پنجاب میں ۱۸۴۰ء میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ بڑے ہو کر اس نے انگریز کی حمایت میں کتابیں تصنیف کیں جن سے پچاس الماریاں بھر سکتی تھیں۔ پچاس گھوڑے اس کے باپ نے انگریز فوج کو گفٹ میں دیئے۔ پچاس سوار بھی ساتھ تھے۔ گویا مرزا غلام احمد قادیانی جدی پشتی طور پر انگریز کا زلہ خوار اور نمک خوردہ تھا۔ اس نے انگریزی حکومت کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح فرض قرار دیا۔ خود کو انگریز کا ''خود کاشتہ پودا'' قرار دیا۔ ملکہ وکٹوریہ کے وجود کو زمین کا نور قرار دیا اور خود کو آسمانی نور قرار دیا۔ اسی مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ تمام مسلمانوں کو جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں مانتے انہیں کافر قرار دیا۔ مرزا قادیانی نے اپنی بیوی کو ام المومنین کہا۔ اپنے خاندان کو اہل بیت اور اپنی اولاد کو پنج تن قرار دیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مرزا قادیانی نے کنجریوں کی اولاد، اپنے مخالفین کو ولد الحرام کہا۔ غرض مرزا قادیانی ایک ایسا ملعون شخص تھا۔ جو خالصتاً انگریزی حکومت کے مفادات کے لئے امت مسلمہ کی وحدت کو عمر بھر پارہ پارہ کرتا رہا۔ مار آستین بن کر اس نے امت مسلمہ کے زخمی وجود پر اپنے زہر بھرے، ایسے ایسے ڈنگ مارے کہ جس سے امت مسلمہ نیم جان ہوگئی۔ اس ملعون مرزا قادیانی نے اپنے ایک مخالف مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور اپنے ایک سابقہ (نام نہاد) صحابی ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو چیلنج دیا کہ سچے کی زندگی میں جھوٹا مر جائے گا۔

خدا کا کرنا ایسے ہوا کہ اپنے کذب میں مرزا قادیانی سچا نکلا کہ اپنے دونوں مخالفوں کی زندگی میں خود مر کر اپنے کذب پر مہر لگا گیا۔ مرزا قادیانی کی موت اس کے اپنے خسر نواب میر ناصر کی تحریر کے مطابق وبائی ہیضہ سے ہوئی۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی دوسری بیوی نصرت جہاں نے اپنے بیٹے بشیر احمد کو کہا کہ تمہارے ابو کو کھانا کھاتے وقت قے آئی پھر دست آیا۔ پھر قے دستوں کے دورے شروع ہوئے تو ایسی حالت میں قضائے حاجت کر کے اٹھے تھے کہ نیچے گر گئے۔ اس حالت میں مرزا قادیانی مرا۔ مرا لاہور میں، دفن ہوا قادیان میں۔ یہ سینئر مرزا قادیانی کا مختصر تعارف تھا۔

اب حال ہی میں ایک اور جونیئر مرزا غلام احمد قادیانی نے خروج کیا ہے۔ یہ سینئر مرزا غلام احمد قادیانی کا پڑپوتا ہے۔ اس کا نام بھی جونیئر مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کو لاہور میں قادیانی مراکز پر حملہ ہوا۔ جسے خود حکومتی حلقوں نے دہشت گردی قرار دیا۔ ملزم گرفتار بھی ہوئے۔ ان سے باز پرس جاری ہے۔ خدا کرے حکومت ملزمان سے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں سازش کو بے نقاب کرے۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس، تحفظ ناموس رسالت قانون کو ختم کرنے کے لئے قادیانی لابی مدت سے لابنگ کر رہی ہے۔ بعض مقامات پر خود ساختہ مظلومیت کے نام پر اس نے یورپی ممالک سے سیاسی پناہ کے نام پر ویزے بھی حاصل کئے۔ اب قادیانی جماعت نے نام نہاد مظلومیت کے نام پر اپنے کاروبار کو مندے میں مبتلا ہوتے دیکھا۔ تو اس وقوعہ کو تخلیق کیا گیا۔ گزشتہ شماہ میں جونیئر مرزا غلام احمد قادیانی نے جو پاکستان میں قادیانی جماعت کا ڈائریکٹر بھی ہے۔ گویا یہ سہ آتشہ ہے:

۱..... قادیانی مغل فیملی کا فرد ہے۔ یعنی مغل بچہ ہے۔

۲..... قادیانی جماعت پاکستان کا ڈائریکٹر ہے۔

۳...... نام بھی خیر سے مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اس نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے چند نکات اٹھائے۔ آج کی مجلس میں انہیں زیر بحث لانا مطلوب ہے۔ جونیئر مرزا غلام احمد قادیانی نے جو سوالات اٹھائے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

سوال نمبر۱...... ہم قرآن کو آخری کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں اور قرآن وحدیث پر عمل کو فرض سمجھتے ہیں؟

جواب...... مرزا غلام احمد قادیانی کے ان حوالہ جات پر توجہ فرمائی جائے:

۱...... ''میں اللہ تعالیٰ کی وحی سے جو سنتا ہوں۔ اسے تمام خطاؤں سے پاک جانتا ہوں۔ قرآن کی طرح تمام خطاؤں سے میری وحی پاک ہے۔ یہ میرا ایمان ہے۔'' (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۲...... ''مرزا قادیانی نے اپنے الہاموں کے بارہ میں لکھا ہے کہ: ''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان تمام الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔ خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰)

۳...... ''سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

۴...... ''ہمارا (مرزا قادیانی کا) دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ (ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

۵...... ''خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں۔ بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی ص۳۰، خزائن ج۱۹ ص۱۴۰)

ان حوالہ جات کو بار بار پڑھیں کہ جو شخص رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے لئے وحی نبوت کے اجراء کا مدعی ہو، اپنی وحی کو قرآن مجید کے ہم پلہ قرار دے، اپنے نبی ورسول ہونے کا مدعی ہو، اس کے ماننے والے کہیں کہ ہم قرآن مجید کو آخری کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھتے ہیں۔ اس قسم کا دعویٰ سوائے امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ جونیئر مرزا قادیانی بھی سینئر مرزا قادیانی کی طرح دجل وتلبیس کی راہ اپنائے ہوئے ہے۔

سوال نمبر۲...... کوئی کسی کو غیر مسلم قرار نہیں دے سکتا؟

جواب...... خوب کہی۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر، جہنمی اور غیر مسلم کہا ہے۔ ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱...... ''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔''

(حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

۲...... ''جو شخص تیری (مرزا قادیانی کی) پیروی نہیں کرے گا اور تیری (مرزا کی) بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔'' (تذکرہ طبع۳ ص۳۳۶)

۳...... ''ہر ایک شخص جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں مانا، چاہے مرزا قادیانی کا نام بھی نہ سنا ہو وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (آئینہ صداقت ص۳۵، از مرزا محمود)

ان حوالہ جات کو بار بار پڑھا جائے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے نہ ماننے والوں کو کافر بلکہ پکا کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ ہاں! اگر پاکستان کی پارلیمنٹ، عدالت عظمیٰ، رابطہ عالم اسلامی، دارالافتاء کے مفتیان کرام، مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو غیر مسلم قرار دیں تو ان کو یہ

حق حاصل نہیں۔ اس قادیانی ڈائریکٹر سے کوئی پوچھے کہ یہ دہرا معیار کیوں؟ گویا قادیانیوں کو حق حاصل ہے کہ وہ پوری امت محمدیہ کو کافر قرار دیں۔ لیکن امت محمدیہ، اسلامی مملکت، اسلامی عدالت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو خلاف اسلام عقائد رکھنے پر امت محمدیہ کا حصہ نہ سمجھیں اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیں۔ اس فلسفہ سے اگر وہ چاہتے ہیں کہ دنیا کی آنکھوں میں مٹی ڈال سکیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔

سوال نمبر۳...... ہمارے خلاف قتل کے فیصلے دینے والے سال میں بڑے بڑے جلسے کرتے ہیں۔ ہمیں اجازت نہیں دی جاتی۔

جواب...... پہلے تو اس دجل کا پردہ چاک ہونا چاہئے کہ قادیانیوں کے قتل کے فتوے دیئے جاتے ہیں؟ اس بات میں بھی قادیانی ڈائریکٹر نے معاملہ کو خلط کرنے کی کوشش کی ہے۔ مرتد کی سزا شریعت میں قتل ہے۔ جب اس مسئلہ کو بیان کیا جاتا ہے تو اس کا قطعاً یہ مقصد نہیں ہوتا کہ جو مرتد ملے اسے پبلک قتل کر دے۔ جیسے ۳۰۲ کی سزا موت ہے۔ تو کیا پبلک کے ہر آدمی کو اس سزا کے نافذ کرنے کا حق ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب کوئی قانون دان کہتا ہے کہ دفعہ ۳۰۲ کی سزا سزائے موت ہے تو وہ دہشت گردی کی تبلیغ نہیں کر رہا بلکہ تعزیرات پاکستان میں موجود قانون کی تشریح کر رہا ہے۔ اسی طرح کوئی صاحب کہے کہ مرتد کی سزا قتل، تو بھی شریعت کی ایک تعزیر کا بیان ہے۔ نہ کہ دہشت گردی کی تبلیغ۔ جیسے قاتل کے خلاف کیس درج ہوتا ہے۔ گواہ بھگتتے ہیں۔ عدالت سزا دیتی ہے۔ حکومت عمل کرتی ہے۔ اسی طرح جہاں اسلامی حکومت و اسلامی عدالت ہو وہاں بھی کوئی ارتداد کا جرم اختیار کرے تو اس کے خلاف کیس درج ہوگا۔ گواہ بھگتیں گے۔ پھر اسلامی عدالت سزا دے گی اور حکومت عمل کرے گی۔ اس ایک شرعی مسئلہ کی بحث کو یوں تحریف کر کے اشتعال انگیز بنا کر خود ساختہ مظلومیت اختیار کرنا یہ قادیانی دجل کا شاہکار ہے اور بس۔ پھر ان کا یہ کہنا کہ ہمیں جلسہ کی اجازت نہیں دی جاتی۔ گویا انہیں اجازت دی جائے کہ وہ کھلے بندوں جلسہ عام میں مرزا قادیانی کو نبی و رسول کہیں۔ اس کے دیکھنے والوں کو صحابی کہیں۔ مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المومنین کہیں۔ اپنے مذہب قادیانیت کو اسلام قرار دیں اور اسلام کو کفر قرار دیں۔ مرزا قادیانی کے ماننے والوں کو مسلمان کہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کافر قرار دیں۔ اگر وہ اس تبلیغ کا حق مانگنا چاہتے ہیں تو حق مانگنے سے پہلے وہ اپنے دماغ کا معائنہ کرالیں تو بہتر ہوگا۔

سوال نمبر۴...... ہم (قادیانی) مسلمان ہیں۔

جواب...... اس کا جواب حکومت کے ذمہ ہے کہ آئین کہتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے کافر ہیں۔ ایک شخص علی الاعلان آئین سے بغاوت کا ارتکاب کر کے کہتا ہے کہ ہم قادیانی مسلمان ہیں۔ پہلے یہ خدا اور اس کے رسول کے باغی تھے۔ اب یہ کہہ کر وہ آئین پاکستان سے بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ قادیانیوں کی انہیں اشتعال انگیزیوں نے ملک عزیز کے سکون کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔ کیا حکومت اپنی ذمہ داری کو پورا کر کے ان قادیانیوں کو قانون کا پابند بنائے گی؟۔

جونیئر مرزا قادیانی کے سوالات کے جوابات جو ہمارے ذمہ تھے۔ وہ آپ نے ملاحظہ کئے۔ اب اس ایک حوالہ کو بھی پڑھ لیا جائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ:

”اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص۱۲، خزائن ج۱۸ ص۲۱۶)

اس حوالہ میں ظل و بروز کی آڑ میں مرزا قادیانی خود کو محمد قرار دے رہا ہے۔ اگر جعفر زٹلی مرزا محمود کو کہے کہ میں ظلی طور پر غلام احمد ہوں۔ اس لئے مجھے اپنا باپ تسلیم کرلو تو یہ انتہائی کمینی حرکت ہے اور مرزا قادیانی کہے کہ میں ظلی طور پر محمد و احمد ہوں۔ میرا دعویٰ نبوت کچھ نہیں۔ میرا نفس درمیان میں نہیں۔ بلکہ میں محمد ہو کر ہی آیا ہوں۔ تو کیا یہ کمینی حرکت نہیں؟ قادیانیت وہ کفر ہے جس کی بنیاد ہی رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت پر رکھی گئی ہے۔ قادیانیت سے بچنا اور امت کو بچانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ لاہور کا سانحہ پاکستان و اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔ قادیانی ڈائریکٹر کی پریس کانفرنس اسلامیان ملک کو خون میں رلانے اور آئین پاکستان کی بغاوت ہے۔ پس ہمارے نزدیک دونوں قابل مذمت ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عباس اطہر صاحب نے درست کہا کہ:

''ملک دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے، دہشت گردوں نے پورے ملک کو ہدف بنا رکھا ہے، مساجد کو معاف نہیں کر رہے، فوج پر وہ حملے کرتے ہیں، بازاروں میں وہ قتل عام کر رہے ہیں، جی ایچ کیو اور آئی ایس آئی تک محفوظ نہیں، ایسے میں اگر قادیانی جماعت کی عبادت گاہیں نشانہ بن گئیں تو اسے ایک الگ ایشو کے طور پر کیوں دیکھا جا رہا ہے اور انوکھے واقعے کے طور پر کیوں پیش کیا جا رہا ہے؟'' کوئی شبہ نہیں کہ دہشت گردی قابل مذمت ہے۔ قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر حملوں پر ہر پاکستانی دل گرفتہ ہے۔ دہشت گردی کے خلاف کوئی موثر حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت ہے مگر حالیہ دنوں میں دیکھا یہ جا رہا ہے کہ قادیانی ٹولہ اور میڈیا میں موجود ان کے ہمدرد ایک خاص ماحول پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کا موضوع دہشت گردی نہیں ہے، ان کی فکر سیکورٹی نہیں، بلکہ وہ گڑے مردے اکھاڑنے کے چکر میں ہیں، وہ ۴۰ برس پیچھے جا کر آئین اور آئین میں ان کے حوالے سے قوانین کو ہدف بنا رہے ہیں، جو حیرت انگیز ہی نہیں، معنی خیز بھی ہے۔ اس حوالے سے بھی کہ واردات سے ایک ماہ پہلے جو اینکر پرسن قادیانی عبادت گاہوں کی سیکورٹی کے لئے دبلا ہوا جا رہا تھا، اس نے واردات کے بعد سب سے پہلے قادیانی جماعت کے جھوٹ کے پرچار کی خاطر اپنا پروگرام پیش کیا، قادیانی جماعت کے ذمہ داران کے رویے کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی بہت معنی خیز سامنے آئی ہے۔ پولیس نے قادیانی جماعت کے معبد پر حملہ آوروں کے ساتھیوں کو پکڑا تو انہوں نے انکشاف کیا کہ اگلا ہدف حافظ سعید ہیں، اب یہ کوئی ڈھکی بات نہیں کہ حافظ سعید سے دشمنی کس کو ہے؟

چیلنج

سیف اللہ خالد

لاہور میں قادیانی معابد پر حملے سے لے کر اب تک قادیانی جماعت کا رد عمل بہت سے سوالات کو جنم دے رہا ہے، پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ قادیانی ترجمان سلیم الدین نے واردات کے دوران بی بی سی سے بات کی اور طویل گفتگو میں دہشت گردی پر بات کرنے کے بجائے اس نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے اور آرڈی نینس کو ہدف تنقید بنایا۔ اس کے دو روز بعد قادیانی جماعت کے امیر مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک پریس کانفرنس کی، جسے قادیانی ٹی وی نے بار بار لندن سے نشر کیا، یہ پریس کانفرنس بظاہر دہشت گردی کے خلاف ہے، مگر موصوف کی زبان آئین اور عقیدے کے خلاف زہر اگلتی رہی۔ موصوف کی گفتگو اس قدر شر انگیز تھی کہ قادیانیوں کے اپنے ترجمان اخبار الفضل نے بھی اسے پورا نقل نہیں کیا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اب اسے ایک نجی ٹی وی کے ایسے اینکر کا سہارا لینا پڑا، جسے ہمیشہ سے ان کی فکر رہتی ہے اور جب سوال اٹھایا جائے تو محترم شخصیات کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرتا ہے۔

مرزائیوں کی کوشش ہے اور میڈیا میں ان کے ہمدرد اس میں معاون ہیں کہ ۱۹۷۴ء میں طے پا جانے والے قادیانی مسئلے کو پھر سے گلی محلے میں لایا جائے اور جو معاملہ پاکستان کی قومی اسمبلی ذوالفقار علی بھٹو جیسے زیرک سیاست دان کی قیادت میں حل کر چکی، اسے پھر سے کھولا جائے۔ اس میں قادیانی جماعت یا اس کے ہمدرد تنہا نہیں ہیں، بلکہ پارلیمنٹ کے بعض ارکان دو برس سے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش میں ہیں، تازہ اطلاع یہ ہے کہ امریکی اور یورپی یونین کی پشت پناہی کے ساتھ پارلیمنٹ میں ایک ایسا گروپ قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو پارٹیوں سے بالاتر ہو کر اس ایجنڈے پر کام کرے، غالباً یہی وجہ ہے کہ اب قادیانی جماعت بھی کھل کر سامنے آنے لگی ہے۔

قادیانی جماعت کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے سویں یوم سوگ پر اس جماعت نے پاکستان کے اندر جارحانہ انداز میں اپنی سرگرمیوں کا آغاز کرنے کا اعلان کیا تھا، اس وقت سے آج تک تین برس ہونے کو ہیں۔ پاکستان بھر میں قادیانی وارداتوں کی اطلاعات مسلسل مل رہی ہیں، ملک کے مخصوص حالات اور ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی تنظیموں کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی اور بے اعتنائی کے سبب یہ واقعات رپورٹ تو ہوئے، مگر قومی سطح پر کوئی فکر پیدا نہ کر سکے، انہوں نے تو یہ تک کہنے کی کوشش کی کہ:

''مرزائیوں اور مسلمانوں میں ختم نبوت کا کوئی جھگڑا ہی نہیں، معاملہ صرف اتنا ہے کہ مسلمان کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ نے آنا ہے، ہم کہتے ہیں جس نے آنا تھا وہ آ گیا، اب کوئی نہیں آنے والا۔''

مرزا کی خرافات اس کے سوا ہیں کیا کہ وہ خود کو کبھی نبی کہتا ہے، کبھی مسیح اور کبھی کچھ...

مرزا غلام احمد نے اپنی پریس کانفرنس میں قادیانیوں کو اقلیت ماننے سے انکار کیا اور ٹی وی چینل پر بھی وہ یہی خرافات بولتا رہا، ذرا جملہ ملاحظہ فرمائیں:

"ہم ہی مسلمان ہیں، ہم ہی اہل حق ہیں، ۷۴ء کی سو کالڈ (نام نہاد) اسمبلی نے ہمارے بارے میں فیصلہ کیا، جسے ہم نہیں مانتے۔"

اپنی گفتگو میں اس نے پاکستان کے اداروں، عامۃ المسلمین، قرآن اور اسلام کی نہ صرف توہین کی، بلکہ آئین سے بغاوت، غداری اور نفرت کا اظہار کیا۔ مرزا غلام احمد کی یہ غداری اور آئین پر حملہ اس سے بڑا اور سنگین اقدام ہے جو صوفی محمد نے کیا تھا، سوال یہ ہے کہ اگر ۷۴ء کی اسمبلی نے آج کی طرح دو منٹ میں قانون پاس نہیں کیا تھا، بلکہ اس معاملے پر قومی اسمبلی نے دو ماہ تک بحث کی۔ ۲۸ اجلاس ہوئے، جن کی ۹۶ نشستیں منعقد ہوئیں۔ مرزائیوں کا گرو گھنٹال مرزا ناصر اسمبلی کا رکن نہیں تھا، اس کے باوجود اسے ۵۲ گھنٹے کا وقت دیا گیا، مسلسل ۱۱ روز تک اس پر جرح ہوئی، تب جا کر قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی مرضی سے یہ بل متفقہ طور پر پاس ہوا تو ذوالفقار علی بھٹو نے ۲۷ منٹ طویل وضاحتی تقریر کی۔

قادیانی ذمہ داران کو اپنا جھوٹ پھیلانے کی جرأت نہیں ہوئی تھی، مگر اب یہ حد بھی ٹوٹ چکی ہے اور مرزا غلام احمد نے ٹی وی چینل پر پوری ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہوئے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، اس میں شبہ نہیں کہ جو جھوٹے نبی کا پیروکار ہی نہیں، ہم نام بھی ہے، اس سے زیادہ جھوٹ بولنے کا استحقاق اور کسے حاصل ہوگا؟

دیدہ دلیری کی داد دینی چاہئے کہ قائد اعظم کی نماز جنازہ میں ظفر اللہ خان کی عدم شرکت اور اس پر اس کے جواب کو موصوف نے روایتی مرزائی حیلہ سازی کے ذریعے جھٹلانے کی کوشش کی اور امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی خاطر جو دو باتیں اس نے کہیں، ان کا جواب اگر نہ دیا گیا تو کم علم مسلمان کوئی دوسرا نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہیں۔ ۷۴ء کی قومی اسمبلی کی بحث کے دوران جب مرزا ناصر کا یہ موقف سامنے لایا گیا کہ: "مرزا ناصر نے کہا کہ میں غیر مرزائیوں کو کافر کہتا ہوں۔" اس پر جھوٹے نبی کے سچے پیروکار مرزا غلام احمد نے مرزائیوں کی مخصوص الفاظ کی ہیرا پھیری سے کام لیتے ہوئے کہا کہ: "مرزا ناصر نے پتہ نہیں کہا تھا یا نہیں، ہم قرآن کی تعلیمات کے مطابق، تمام غیر قادیانی مسلمانوں کو مسلمان مانتے ہیں۔" فریب دیکھئے، سوال ہے مرزائی عقائد میں غیر مرزائیوں کے بارے میں اور جواب قرآن کے مطابق قرآن تو سارے مسلمانوں کو مسلمان کہتا ہے، سوائے ختم نبوت کے منکرین کے، بات تو مرزا کی تعلیمات کی ہے، جسے موصوف نے چھپانے کی کوشش کی، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتب میں جابجا نہ صرف غیر احمدیوں کو کافر لکھا، بلکہ ان کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کرنے کی تعلیم دی اور صرف یہاں تک ہی نہیں، بلکہ اپنی کتاب روحانی خزائن جلد ۵، صفحہ ۵۴۷ اور ۵۴۸ پر مرزا نے لکھا:

"جو مجھے نہیں مانتے وہ بدکاروں کی اولاد ہیں۔"

اس غلیظ زبان اور غلیظ ذہن کے حامل شخص کو شریف آدمی تسلیم کرنا ممکن نہیں، چہ جائیکہ نبی یا مسیح یا کوئی اور قابل احترام منصب دیا جائے۔

مرزا غلام احمد نے بار بار کہا، ہم اقلیت کے حقوق نہیں چاہتے، یہ واحد بات ہے جو اس نے سچ کہی تو پھر وہ کیا چاہتے ہیں؟ اس کا جواب اگر ذوالفقار علی بھٹو کی زبان سے سنا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا:

"رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکا میں حاصل ہے، یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔"

(بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن، صفحہ ۱۹۶ از کرنل رفیع)

سوال پیپلز پارٹی سے ہے کہ اس کے قائد، بانی اور ملک کے پہلے منتخب وزیر اعظم نے جو مسئلہ نمٹا دیا، اب ۴۰ برس بعد اسی پارٹی کی حکومت میں چند افراد کی مدد سے پھر سے کیوں اچھالا جا رہا ہے؟ وہ کون ہے جو اس مسئلے کو پھر سے سڑکوں پر لا کر ۵۳ء اور ۷۴ء جیسے حالات پیدا کرنا چاہتا ہے؟ یقینی سی بات ہے کہ قادیانی، اور اس کی وجہ ہے کہ ان کا

اظہار تعزیت

گوجرانوالہ... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے عہدیداروں مولانا پیر محمد اشرف مجددی، قاری منیر احمد قادری، قاری محمد یوسف عثمانی، پروفیسر حافظ محمد انور، سید احمد حسین زید، پروفیسر محمد اعظم نفیسی، مولانا محمد عارف شامی، امان اللہ قادری، حافظ محمد الیاس قادری اور حاجی عبدالرحمن نے ممتاز صحافی حافظ جاوید اکبر عثمانی کی والدہ ماجدہ اور پیر طریقت حافظ خلیق اکبر عثمانی کی اہلیہ محترمہ اور جمعیت علمائے اسلام ضلع گوجرانوالہ کے سیکریٹری اطلاعات اور ڈاکٹر طارق محمود رضوی کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے، انہوں نے مرحومین کے لئے فاتحہ خوانی بھی کی۔

عقیدہ ہے اکھنڈ بھارت، ان کا سیاسی مرکز ہے اسرائیل، وہ اپنے عقیدے پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کے وجود پر حملہ آور ہونے جا رہے ہیں۔ ۴۷ء میں بھی انہی کی دہشت گردی سے حالات بگڑے اور بھٹو نے اسے سنبھالا۔

دوسرا سوال: قادیانیوں سے ہے کہ وہ چاہتے کیا ہیں؟ وہی جو بھٹو نے بیان کیا، تو بھول جائیں۔ ۷۴ء کا فیصلہ کسی نے پلیٹ میں رکھ کر پیش نہیں کیا، اس کے پیچھے ۹۹ سالہ جدوجہد ہے، ہزاروں شہداء کا لہو ہے۔ ۵۳ء سے ۷۴ء تک مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، تب جا کر یہ فیصلہ حاصل ہوا، جس پر پوری امت متفق ہے، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ حالات اب بھی وہی ہیں، جذبات اب بھی وہی ہیں، ہم ختم نبوت کے عقیدے سے کسی صورت دستبردار نہیں ہوسکتے، چاہے اس کے بدلے میں امریکی ایٹم بم ہی کیوں نہ چل جائے، جسم و جان، مال و اولاد سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے، مگر آقائے دو جہاں ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کسی کو نقب نہیں لگانے دی جائے گی۔

ایک ہفتہ ہونے کو آیا، قادیانی زبانیں لپک رہی ہیں، مگر ان کے جواب میں ختم نبوت کے محاذ کے سارے مجاہد چپ کیوں ہیں؟ ایک مشترکہ اجلاس، کوئی متفقہ لائحہ عمل اب تک تو سامنے آ جانا چاہئے تھا، کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ اپنی اپنی انا کی پٹاری بند کر کے آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کو اسی شان سے بحال کیا جائے؟ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو یقین مانئے اس سے ختم نبوت کا نقصان نہیں ہوگا کہ رب کسی اور سے یہ کام لے لے گا، مگر آپ آخرت میں کیا جواب دیں گے؟ ذرا سوچ رکھئے۔

رہی دینی سیاسی جماعتوں کی قیادت، تو ختم نبوت کے لئے نہ سہی پارلیمنٹ کی بالادستی، آئین کے تقدس کے تحفظ کے لئے ہی سہی، نظر تو آئیں۔ کل صوفی محمد نے اگر جمہوریت پر اعتراض کیا تو قابل گردن زدنی قرار پایا۔ آج مرزا کی ذریت پورے آئین کی دھجیاں اڑا رہی ہے، قومی اسمبلی کا فیصلہ ماننے سے انکار کر رہی ہے اور ہم پر چپ طاری ہے، کیوں؟ سوال تو ان سے بھی ہے جو ملک کی سلامتی اور تحفظ کے ذمہ دار ہیں کہ جناب ۵۳ء اور ۷۴ء کو دہرانے کی کوشش مرزائیوں کی طرف سے شروع ہو چکی، اس کا سدباب کون اور کب کرے گا؟ کیا اس وقت جب حالات اسی نہج پر چلے جائیں گے اور پھر کیا کوئی ذوالفقار علی بھٹو ہے جو بھڑکتے ہوئے الاؤ کو ٹھنڈا کرنے کی سکت رکھتا ہو؟ یقیناً نہیں، تو پھر آپ اس الاؤ کو بھڑکنے سے پہلے ہی کنٹرول کیوں نہیں کر لیتے؟ انتظار کس بات کا؟ مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ یہ چیلنج قبول کریں اور اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت دیں۔

(بشکریہ روزنامہ امت کراچی، ۹/ جون ۲۰۱۰ء)

ICEBERG (Water Chiller)

☆ پینے کا پانی ٹھنڈا کرنے کے ساتھ ساتھ بجلی کی بھی بچت کرتا ہے، ☆ خوبصورت ڈیزائن، ☆ باڈی مکمل کوٹڈ ہونے کی وجہ سے زنگ سے محفوظ، ☆ واٹر ٹینک اسٹین لیس اسٹیل، ☆ جدید ترین ٹیکنالوجی کو سامنے رکھ کر مکمل کیلکولیٹڈ بنایا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ صرف چند منٹوں میں آپ کو ٹھنڈا پانی دینا شروع کر دیتا ہے۔

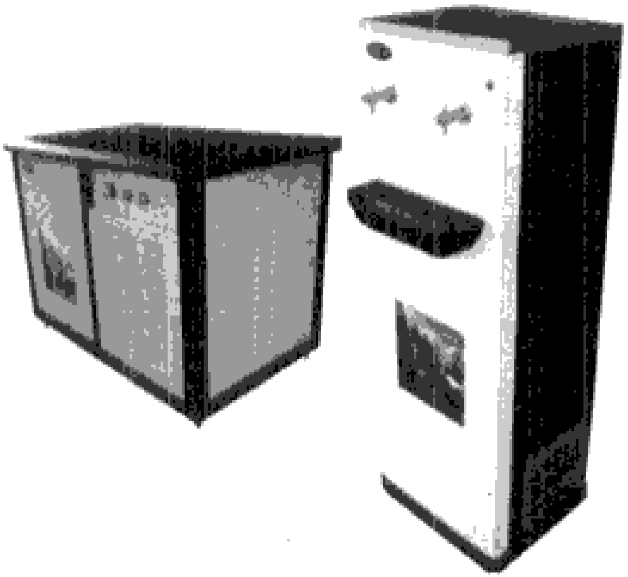

فلاحی اداروں اور سپلائرز کے لئے خصوصی ڈسکاؤنٹ

مختلف خوبصورت ڈیزائن اور کپیسٹی میں دستیاب ہیں

رابطہ سیل: 0333-2126720

E-mail:monir@super.net.pk

فتنہ قادیانیت اور اہلِ قلم!

محمد یاسر حبیب

پچھلے دنوں لاہور میں قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر دو حملے ہوئے، جس میں سو کے لگ بھگ افراد لقمۂ اجل بن گئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حملے خواہ کسی بھی مسلک و مذہب کے ماننے والوں پر ہوں، ان حملوں کی مذمت کی جانی چاہئے اور وہ عناصر جو اس قبیح فعل میں ملوث ہیں ان کو پکڑ کر قرار واقعی سزا دینی چاہئے، اپوزیشن اور تمام مکاتب فکر کی جانب سے ان حملوں کی مذمت کی گئی ہے، اس کے ساتھ ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے بھی ان حملوں کی پر زور مذمت کی گئی اور صاف لفظوں میں کہا گیا کہ قادیانیوں سے ہمارا اختلاف دلیل و برہان کی سطح پر ہے اور یہ کہ ہم قادیانیت کے خلاف ہیں، قادیانیوں کے خلاف نہیں، ہماری جدوجہد پُر امن ہے، اس سلسلے میں تمام مکاتب فکر کی جانب سے حکومت وقت سے یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ ایسے قبیح فعل میں ملوث افراد کو پکڑ کر ان کو بے نقاب کیا جائے اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔

اس حملے کے بعد ردعمل کے طور پر ایسے بیانات آنا شروع ہو چکے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قادیانیوں پر ہونے والے یہ حملے اور ان کے پیچھے چھپے مقاصد کچھ اور ہیں، جس میں بیرونی طاقتیں ملوث ہیں، جن کا مقصد بھٹو دور میں پارلیمنٹ سے متفقہ طور پر پاس ہونے والی آئینی ترمیم اور جنرل ضیاء الحق شہیدؒ کے دور میں پاس ہونے والے امتناع قادیانیت آرڈی نینس کو ختم کرنا ہے، مقام حیرت ہے کہ ان حملوں پر شور مچانے والے لوگ وہ ہیں جن کا مقصد دین اسلام کو بدنام کرنا اور اقوام عالم کو یہ باور کرانا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ انتہائی درجے کا ظلم ہو رہا ہے، انہیں معاشرے میں جینے کا حق نہیں دیا جا رہا، اس پر مستزاد یہ کہ ہمارا میڈیا جس کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کے سامنے غیر جانبدارانہ حقائق پیش کرے، لیکن شومئ قسمت میڈیا کے بعض اینکر پرسن ایسے ہیں جو اس واقعہ کے بعد جانبداری کا مظاہرہ کرتے رہے، جس سے صاف طور پر اس اندیشے کو تقویت ملتی ہے کہ ہمارا میڈیا اقوام مغرب کی پالیسیوں پر ہی عمل کرتا ہے اور حقائق کو مسخ کرکے پیش کرنا اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ بہرحال یہ جاننا ضروری ہے کہ ان حملوں کے پیچھے کون سے عناصر ملوث ہیں اور ان کے مقاصد کیا ہیں؟

۷/ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کی دونوں جماعتوں (لاہوریوں، قادیانیوں) کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور اس کے بعد سابق صدر جنرل ضیاء الحق شہیدؒ کے دور میں ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس کا نفاذ ہوا جس کی رو سے قادیانی جماعت اور اس کے ماننے والوں کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ اپنے لئے ایسے کوئی الفاظ استعمال نہیں کر سکتے جن کا تعلق خالص اسلامی شعائر کے ساتھ ہو، اس آرڈی نینس کے نفاذ کے ساتھ ہی وہ بیرونی طاقتیں سب سے زیادہ پریشانی کا شکار ہو گئیں جن کا مقصد مسلمانوں کو دین سے دور کرنا اور مسلمانوں کی نوجوان نسل کو ورغلا کر انہیں ملحد بنانا تھا، چنانچہ اس آرڈی نینس کے نفاذ کے بعد سے اب تک ان کی کوشش یہی رہی ہے کہ کسی طرح اس قانون میں ترمیم کرائی جائے، تاکہ اپنے مقاصد کی تکمیل کر سکیں، ان کے مقاصد میں سے ہے کہ آج کی نوجوان نسل کے سینوں سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو نکالا جائے، اس لئے کہ ہمارا دشمن اس بات سے واقف ہے کہ وہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا، جب تک مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی کا عشق موجود ہے، لہٰذا جذبۂ عشق نبی نکالنے کے لئے انگریزوں نے ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کو تیار کیا، جس نے ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا اور انگریزوں کی سرپرستی میں اس نے کئی تصنیفات تیار کریں، ناموس رسالت کے پروانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے ہر محاذ پر ختم نبوت کا دفاع کیا اور دلیل و برہان کے ذریعے ان کے باطل نظریات کو عوام کے سامنے لا کر ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا، جس کے نتیجے میں پاکستان کی تاریخ ساز قومی اسمبلی نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

پچھلے دنوں ایک معروف ویب سائٹ بی بی سی اردو ڈاٹ کام پر جناب محمد حنیف صاحب کا ایک کالم ”کافر فیکٹری“ کے عنوان سے شائع ہوا، جس کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں، موصوف لکھتے ہیں کہ:

”ایک چھوٹے سے فرقے سے (جسے باقی مسلمانوں کی طرح نمازیں پڑھنے، داڑھیاں رکھنے اور خطبے سننے کا بہت شوق ہے) اتنا خوف کیوں؟ ہمارے ایمان کو السلام وعلیکم کہنے والوں، بسم اللہ پڑھنے والوں، مسجدوں میں نماز قائم کرنے والوں سے اتنا خطرہ کیوں، کہ اگر وہ سلام، بسم اللہ اور مسجد جیسے الفاظ بولیں یا

لکھیں تو سیدھے جیل میں۔''

آگے چل کر موصوف لکھتے ہیں کہ:

''قیام پاکستان سے پہلے محمد علی جناح نے ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ ملک ایسی لیبارٹری ہو، جہاں اسلامی نظریات پر تجربات کئے جاسکیں۔'' (قائد اعظم کا یہ قول معاشرتی علوم اور تاریخ کی ہر دوسری کتاب میں ہر اسکول میں پڑھایا جاتا ہے)۔

''لیبارٹری میں جو تجربات کامیاب ہوتے ہیں، اس کے بعد ان کی پروڈکشن بڑے پیمانے پر شروع ہوجاتی ہے، ستر کی دھائی میں ہم نے نئے نئے کافر تیار کرنے کا جو کامیاب تجربہ کیا تھا، وہ وہیں نہیں رکا اسی اور نوے کی دھائی میں کئی مسجدوں سے نعرے اٹھے، کافر کافر شیعہ کافر اور ملک کے طول وعرض میں شیعہ ڈاکٹرز، استاذ، وکیل، تاجر، دانشور چن چن کر اتنی بے دردی سے قتل کئے گئے کہ احمدی بھی کہہ اٹھے ہوں گے کہ: شکر ہے ہم کافر ہیں، شیعہ نہیں۔''

(کافر فیکٹری، محمد حنیف بی بی سی اردو ڈاٹ کام)

موصوف کا یہ کالم بظاہر قادیانیوں سے ہمدردی اور ان سے دکھ کا بھرپور اظہار کرتا ہے، یقیناً پورا پاکستان اس طرح کی دہشت گردی کی مخالفت کرتا ہے اور ہمارے علم کے مطابق کوئی بھی صاحب دل ان واقعات کی حمایت نہیں کرسکتا، موصوف کا خیال یہ ہے کہ ستر کی دھائی میں علماء کرام نے لوگوں پر کفر کے فتوے لگانا شروع کئے، جس کے نتیجے میں قتل وغارت گری کا آغاز ہوا، اگر موصوف کا یہ نقطہ نظر تسلیم کرلیا جائے تو پھر جرنلسٹوں اور صحافیوں کو بھی قاتل دہشت گرد ماننا پڑے گا، اس لئے کہ وہ آئے روز اپنے کالموں اور اخباری صفحات میں قتل وغارت گری کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں، مگر کوئی بھی ذی شعور شخص جرنلسٹ اور صحافیوں کو ان خبروں کے شائع کرنے کی وجہ سے قاتل اور دہشت گرد نہیں کہتا، کیونکہ وہ کسی کو قتل یا وہ دہشت گردی نہیں کرتے بلکہ قتل اور دہشتگردی کی خبریں شائع کرتے ہیں، اسی طرح علماء کرام جن پر یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کو کافر بناتے ہیں وہ درحقیقت کسی کو کافر بناتے نہیں بلکہ شرع نے ان کو کافر قرار دیا ہے، ان کے کفر کو ظاہر کرتے ہیں، لہٰذا علماء کے بارے میں کہنا کہ انہوں نے کفر کی فیکٹریاں کھولی ہوئی ہیں سراسر لغو اور بے بنیاد ہے، حقیقت حال یہی ہے کہ علما ان دین دشمن عناصر کی نشاندہی کرتے ہیں، جنہوں نے کفر کی فیکٹریاں کھولی ہوئی ہیں، اگر کسی کو ان مصلحین امت اور عوام کے خیر خواہوں پر اعتراض ہے تو وہ اپنی عقل کا ماتم کرے، کیونکہ وہ کسی دین دشمن اور لادینی قوتوں کا آلۂ کار بن رہا ہے، اسی طرح شاید موصوف اس بات سے بھی بے خبر ہیں کہ پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کا شکار صرف شیعہ حضرات ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ وہ بیسیوں سنی علماء کرام، صحافی، ڈاکٹر اور دیگر طبقے کے افراد بھی شامل ہیں جنہیں شہید کیا جاتا رہا ہے۔

موصوف شاید اس بات سے بھی بے خبر ہیں کہ شیعہ حضرات کے معتبر عالم جناب عباس کمیلی بھی واضح طور پر یہ کہہ چکے ہیں تمام فقہوں کے علماء کرام کا یہ مشترکہ فتویٰ اور اجماع ہے کہ قادیانی حضرات غیر مسلم ہیں، جس میں کوئی ابہام یا شک کی کیفیت نہیں مگر ان پر حملہ یا تشدد جائز نہیں۔

موصوف کا یہ کالم قادیانی حضرات سے ہمدردی پر مبنی ہے، مگر درحقیقت موصوف کا یہ کالم اپنے اندر کس قدر زہر لئے ہوئے ہے، بادی النظر میں شاید اس کا اندازہ کسی کو نہ ہو، مگر حقیقت یہی ہے کہ موصوف کا یہ کالم یہود ونصاریٰ کے ان جذبات کی صحیح عکاسی اور ترجمانی کرتا ہے جن کا مقصد مسلمانوں سے دینی حمیت اور ملی غیرت کا جنازہ نکالنا ہے، تاکہ آئندہ کوئی بھی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس رسالت پر قدغن لگانے والوں کے خلاف کلمۂ حق بلند نہ کرسکے۔

ہم نہیں جانتے کہ موصوف کالم نگار کا یہ مضمون قادیانی حضرات پر ہونے والے حملوں پر دکھ کا اظہار ہے یا قادیانیوں کے کافر قرار دیئے جانے پر موصوف کو اعتراض ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ موصوف کے کالم میں بعض باتیں ایسی ہیں جو ازروئے شریعت نہ صرف غلط ہیں بلکہ آئین پاکستان سے بھی غداری کے مترادف ہیں، جس میں صراحتاً اس بات کا ذکر موجود ہے کہ قادیانیوں کو مسلمان کہنا یا مسلمان سمجھنا اور اسی طرح ان کی عبادت گاہوں کو مساجد کہنا اور ان کے متعلق مسلمانوں کے ساتھ مخصوص اصطلاحات کا استعمال کرنا جرم ہے، یہاں پر بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موصوف کو قادیانیوں پر ہونے والے حملہ پر تو اعتراض ہے لیکن مسلمانوں کی دل آزاری کا خیال نہیں، اس لئے کہ ان کے عقائد کی وجہ سے مسلمانوں کی جو دل آزاری ہوتی ہے وہ بھی موصوف کے مطمح نظر ہونی چاہئے، کیونکہ ایک مسلمان کی نظر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اپنے مال واسباب سے کہیں زیادہ ہے۔

بہرحال ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ موصوف قادیانی حضرات کے کفر میں شک نہیں کرتے ہوں گے لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو ہمارا مشورہ یہی ہے کہ موصوف قادیانی لٹریچر کا بغور مطالعہ کریں تاکہ ان پر یہ واضح ہوسکے آپ کی نبوت میں کسی کو شریک ٹھہرانے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اس لئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: ''جو شخص آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو اس سے دلیل مانگنے والا بھی کافر ہے۔'' ☆☆☆

اسرائیلی دہشت گردی اور

امریکی پشت پناہی

ثروت جمال اصمعی

بین الاقوامی سمندری حدود میں پچاس ملکوں کے سات سو امدادی کارکنوں کے خلاف اسرائیل کی درندگی اور خونخواری کے بدترین مظاہرے پر جس نے بحری قزاقوں کی سفاکی اور سنگ دلی کی داستانوں کو مات کردیا، پوری دنیا چیخ اٹھی ہے مگر امریکی حکومت اسرائیل کی اس کھلی ریاستی دہشت گردی پر بھی اس کی مذمت سے بچنے اور اس کی پشت پناہی کرنے کی ہر ممکن کوشش کررہی ہے، چنانچہ گزشتہ اتوار کی صبح غزہ کے مظلوم محصورین کے لئے غذائی اشیا، ادویات اور تعمیراتی ساز و سامان لے جانے والے چھ کشتیوں کے قطعی پرامن اور غیر مسلح قافلے پر، جس میں ایک نوبل انعام یافتہ شخصیت اور ہولوکاسٹ میں بچ رہنے والے ایک بزرگ یہودی کے علاوہ اسرائیل سمیت مختلف ملکوں کے ارکان پارلیمنٹ، اہل قلم، اساتذہ اور صحافی وغیرہ شامل تھے، اسرائیلی فوج کے وحشیانہ حملے میں درجنوں افراد کے ہلاک و زخمی ہونے کے بعد ابتدائی بارہ گھنٹوں تک خاموشی اختیار کئے رکھ کر دنیا کو بدل ڈالنے کے دعوؤں کے ساتھ اقتدار میں آنے والے امریکی صدر اوباما نے جو پہلا ردعمل ظاہر کیا وہ یہ تھا کہ وہ ''اس صبح کے ان المناک واقعات کے حوالے سے تمام حقائق'' جاننے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس کے بعد سلامتی کونسل کی قرارداد میں بھی امریکا کی مداخلت کی بنا پر اسرائیل کی برملا بہیمیت کے باوجود نہ اسے ان واقعات کا ذمہ دار قرار دیا گیا اور نہ اس کی مذمت میں ایک لفظ شامل کیا جاسکا۔

صدر اوباما کے ترجمان رابرٹ گبس سے جب براہ راست پوچھا گیا کہ: کیا آپ کے پاس بین الاقوامی پانیوں میں کھیلے گئے اس ڈرامے پر جس میں اسرائیلی کمانڈوز کے ہاتھوں نو افراد ہلاک ہوئے، اسرائیل کی مذمت کریں گے؟ تو گبس نے نہایت محتاط انداز اپناتے ہوئے خود کو سلامتی کونسل کی قرارداد کے الفاظ تک محدود رکھا، انہوں نے کہا کہ ''کونسل کے بیان میں ان افعال کی مذمت کی گئی ہے جو دس شہریوں کی ہلاکت اور متعدد کے زخمی ہونے کا سبب بنے مگر یہ وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ اس کی وجہ اسرائیلی اقدام تھا۔ سلامتی کونسل نے اس معاملے کی بین الاقوامی معیارات کے مطابق فوری، غیر جانبدارانہ اور قابل اعتبار تحقیقات کا مطالبہ بھی کیا ہے اور امریکا واضح طور پر اس کا حامی ہے۔''

دلچسپ بات یہ ہے کہ سلامتی کونسل کے روس اور چین سمیت کئی دوسرے ارکان کے برعکس امریکا کی کوشش ہے کہ اپنے خلاف الزامات کی تحقیقات کا کام بھی اسرائیل ہی کے سپرد کردیا جائے۔ چنانچہ امریکی وزیر خارجہ مسز کلنٹن نے غیر مبہم لفظوں میں کہا ہے کہ: ''واشنگٹن اسرائیلی تحقیقات کی حمایت کرتا ہے جو بین الاقوامی معیار کے مطابق ہو، ہم قابل اعتماد تحقیقات کو یقینی بنانے کے لئے بین الاقوامی شراکت سمیت مختلف راستے اپنانے کو تیار ہیں۔'' وزارت خارجہ کے ترجمان فلپ کراؤلے نے وزیر باتدبیر کے اس ارشاد کے اسرار و رموز اور حکمت و مصالح یوں بیان فرمائے ہیں کہ: ''یہ اسرائیلی افواج ہی تھیں جنہوں نے یہ اقدام کیا، لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اس بات کی تحقیقات کے لئے سب سے بہتر پوزیشن میں ہیں کہ افواج کو کیا ہدایات دی گئی تھیں، جب وہ کشتیوں کے قافلے تک پہنچیں تو صورت حال کیا تھی اور جہاز کے اندر کیا ہوا تھا۔''

کیسا عمدہ اصول ہے کہ تحقیقات کی ذمہ داری مجرموں اور ملزموں ہی کو سونپ دی جائے۔ دنیا کی تمام عدالتوں اور تحقیقاتی اداروں کو اب یہ اصول اپنا کر خود آرام کرنا چاہئے۔ حقائق کو جاننے کا اس سے بہتر طریقہ بھلا کیا ہوسکتا ہے کہ قاتل، لٹیرے، ڈاکو، خائن خود ہی تحقیقات کرکے بتادیں کہ انہوں نے جرم کا ارتکاب کس طرح کیا؟ امریکی حکمران اس نکتہ رسی پر قابل داد ہیں تاہم ایسے دانش مند حکمرانوں کے دیس میں ایسے ناسمجھ لوگ بھی ہیں جو اپنے حکمرانوں کے اس رویے کو اسرائیل کے جرم میں شرکت کے مترادف قرار دے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک سابق نائب امریکی وزیر خزانہ پال کریگ رابرٹس بھی ہیں۔

''برائی میں امریکا کی شرکت'' کے عنوان سے انہوں نے اپنے ایک تازہ کالم میں لکھا ہے کہ ''امریکی حکومت نے اسرائیل کو ایک بار پھر اچھے لوگوں کو، جو اپنی زندہ ضمیری کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں، قتل کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اسرائیلی ریاست اعلان کرچکی ہے کہ ہر وہ شخص جس کا ضمیر زندہ

ہے۔اسرائیل کا دشمن ہے،اور آئزن ہاور اور کارٹر کے سوا ہر امریکی صدر نے اس سے اتفاق کیا ہے۔''اس حق گو امریکی دانشور کا کہنا ہے کہ اسرائیل نے اپنے جرم سے انکار نہیں کیا بلکہ اس کی جانب سے جرم تسلیم کیا جاچکا ہے۔اپنے اس دعوے کی دلیل انہوں نے یوں پیش کی ہے:

''جرائم پیشہ اسرائیلی ریاست اپنے بحری قزاقی کے جرم سے انکار نہیں کرتی۔اسرائیلی فوج کی خاتون ترجمان "Avital Leibovich" نے تصدیق کی ہے کہ حملے کی یہ کارروائی بین الاقوامی پانیوں میں عمل میں آئی۔اس کے الفاظ ہیں:''یہ واقعہ اسرائیل کے علاقائی حدود سے باہر پیش آیا،لیکن ہم اپنے دفاع کا حق رکھتے ہیں۔''

امریکی اور ان کی کٹھ پتلی مغربی یورپی اور کینیڈا کی ریاستوں پر،جی حضوری کرنے والے میڈیا کے ذریعے اسرائیلی پروپیگنڈا مشینری کی گھڑی ہوئی کہانی کو تسلیم کرلینے کے لئے دباؤ ڈالا جائے گا یعنی یہ کہ انسانی امداد کے جہاز میں دہشت گرد سوار تھے جو غزہ کے فلسطینیوں کے لئے ہتھیار لے کر جارہے تھے اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا روپ دھارنے والے دہشت گردوں نے اسرائیلی کمانڈوز پر دو پستولوں اور چاقوؤں سے حملہ کیا تھا، بہت سے امریکی اس کہانی کو پھکی لئے بغیر نگل جائیں گے۔

بین الاقوامی سمندر میں پیش آنے والے اس خونریز اور المناک واقعے کو تحقیقات کے نام پر الجھا کر اسرائیل کو بچانے کی کوشش کرنے والے امریکا کو، برطانوی صحافی جوناتھن کک نے صورت حال کے ایک نہایت مختصر تجزیے کے ذریعے ناک آؤٹ کردیا ہے،وہ کہتے ہیں کہ اسرائیل کی جانب سے معصومیت کے دعوے کو چند سادہ حقائق کی کسوٹی پر بڑی آسانی سے پرکھا جاسکتا ہے،جو یہ ہیں:

''(۱) اسرائیلی سپاہیوں نے ان جہازوں پر بین الاقوامی پانیوں میں حملہ کرکے بین الاقوامی قانون توڑا اور شہریوں کو قتل کیا،اس طرح انہوں نے جنگی جرم کا ارتکاب کیا،لہٰذا اسرائیلی کمانڈروں کا یہ جوابی دعویٰ کہ ان کے سپاہیوں نے شہریوں کی جانب سے اچانک مار پیٹ شروع کردیے جانے پر اس کا جواب دیا،پرزور مذمت کے ساتھ مسترد کردیا جانا چاہئے۔

(۲) اسرائیلی حکومت نے ان جہازوں پر کمانڈوز کے ایک خصوصی یونٹ کے اتارے جانے کی منظوری دی، یہ لوگ جہاز پر موجود شہریوں پر قابو پانے کے لئے خودکار ہتھیاروں سے لیس تھے مگر ان کے پاس ہجوم کی جانب سے مزاحمت کی صورت میں اسے منتشر کرنے والے آلات اور سامان نہیں تھا۔لہٰذا جھگڑے کے اسباب کچھ بھی رہے ہوں، اسرائیل کو لازماً سپاہیوں کو جہاز پر بھیجنے اور اس پر موجود تمام شہریوں کی زندگی کو، جن میں ایک بچہ اور ہولوکاسٹ میں بچ جانے والا ایک شخص بھی تھا،لاپروائی کے ساتھ خطرے میں ڈالنے پر جواب دہ ٹھہرایا جانا چاہئے۔

(۳) اسرائیل غزہ کے سمندر کو اپنے علاقائی پانیوں کی حیثیت سے کنٹرول کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا،ایسا کرکے وہ ثابت کرتا ہے کہ وہ اب تک اس محصور علاقے اور اس کے ڈیڑھ کروڑ باشندوں پر محارابانہ طور پر قابض ہے اور اگر اسرائیل نے غزہ پر اپنا قبضہ برقرار رکھا ہوا ہے تو بین الاقوامی قانون کے تحت وہ اس پٹی کے باشندوں کی دیکھ بھال کا بھی ذمہ دار ہے۔اس حقیقت کی بنا پر کہ اسرائیلی محاصرے نے یہاں موجود فلسطینیوں کو پچھلے چار سال سے بھوک اور فاقہ کشی سے دوچار کر رکھا ہے، اسرائیل کو بہت پہلے انسانیت کے خلاف جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے زمرے میں شامل کردیا جانا چاہئے تھا۔''

اسرائیل کے خلاف یہ مختصر مگر نہایت سنگین فرد جرم ثابت شدہ ہے جبکہ افغانستان اور عراق پر امریکی حملوں کے لئے جھوٹے بہانے گھڑے گئے۔اس کے باوجود امریکی حکمراں اسرائیل کی سرپرستی کررہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت اسرائیل کے تمام جرائم کا اصل سبب وہ خود ہیں۔امریکا اور برطانیہ ہی نے اس ناسور کو جنم دیا اور وہی اسے پالتے پوستے چلے آرہے ہیں۔پال کریگ رابرٹس کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ''اسرائیل ایک قطعی مصنوعی ریاست "Artificial State" ہے جو امریکا کی پشت پناہی کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔'' لہٰذا وقت آگیا ہے کہ امریکا کے باشعور شہریوں سمیت دنیا کے تمام انسانیت دوست، انصاف پسند اور انسانیت کی حقیقی ترقی و خوشحالی کے آرزومند لوگ امریکا کی استعماری قیادت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں،اس کے بغیر دنیا میں حق اور انصاف کی بالادستی کی منزل کی جانب کوئی پیش رفت ممکن نہیں۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی،۱۵/جون ۲۰۱۰ء)

میر کارواں کی رحلت!

چوتھی قسط

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

خانقاہ سراجیہ کی مسند نشینی:

بہت حد تک موقع بموقع تفصیلات گزر چکی ہیں کہ ہمارے حضرت خواجہؒ صاحب نے دارالعلوم دیو بند سے فراغت کے بعد مسلسل شب وروز ۱۲ر سال حضرت ثانیؒ کی سرپرستی ونگرانی میں گذارے اور اگر حضرت اعلیٰؒ کی زندگی سے حضرت ثانیؒ کے وصال تک کا عرصہ شمار کیا جائے تو قریباً نصف صدی ہمارے حضرت خواجہؒ صاحب نے اپنے مرشد، مربی، استاذ، محسن کی زیر صحبت گذارے۔ حضرت اعلیٰؒ کا انتخاب، حضرت ثانیؒ کی صحبت صالح، نے آپ کو چمکتے دمکتے چاند کی طرح یا موتی آبدار یا کندن خالص بنادیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ثانیؒ نے اپنے وصال سے قبل ہمارے حضرت خواجہ صاحب کو اپنا جانشین نامزد فرمادیا۔ حضرت ثانیؒ نے جو امانت حضرت اعلیٰؒ سے حاصل کی تھی حضرت اعلیٰؒ کے عزیز بلکہ عزیز القدر کو وہ تمام امانت بمعہ اپنے کمالات کے سب کچھ سپرد فرما کر اپنے شیخ حضرت اعلیٰؒ کی روح پرفتوح کے سامنے سرخرو ہوکر گئے۔ حضرت ثانیؒ کا وصال جون ۱۹۵۶ء میں ہوا۔ آپ کی تدفین کے بعد مجمع عام میں حضرت اعلیٰؒ کے خلفاء، حضرت چمن پیرؒ خوشاب اور ڈاکٹر محمد شریفؒ اور حضرت ثانیؒ کے خلفاء، حضرت حکیم عبدالمجید سیفی لاہور، مولانا مفتی عطاء محمدؒ ڈیرہ اسماعیل خان نے اولاً ہمارے حضرت خواجہؒ صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ اس کے بعد حاضرین کے جم غفیر نے تجدید بیعت کی اس سے اگلے روز بعد میں پہنچے والے جمیع مریدان وخلفاء حضرت ثانیؒ نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ یوں خانقاہ سراجیہ کے خلفاء، متعلقین، مریدین متوسلین کا آپ کی جانشینی پر اجماع منعقد ہوگیا۔

پورے ملک میں آپ کے دورے ہوئے۔ جہاں جہاں تشریف لے گئے ہر ایک نے آپ کی ذات گرامی سے فیض حاصل کیا اور داخل طریقت ہوئے۔ فللحمدللہ!

جمعیت علماء اسلام سے وابستگی:

۸ار اکتوبر ۱۹۵۶ء میں جمعیت علماء اسلام کل پاکستان کی مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بنیاد پڑی۔ جمعیت علماء اسلام کے پہلے امیر مرکزیہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ تھے۔ حضرت ہزارویؒ کا روحانی رشتہ خانقاہ سراجیہ سے تھا۔ اس نسبت اور دوسری کئی نسبتوں کے باعث ہمارے حضرت خواجہؒ صاحب یوم تاسیس سے تا وصال جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ مرکزی نائب امیر، مرکزی شوریٰ کے رکن اور وصال کے وقت سرپرست اعلیٰ تھے۔ آپ کی اصابت رائے کا یہ عالم ہے کہ جب جمعیت علماء اسلام کے دوگروپ بنے۔ ہزاروی گروپ اور درخواستی گروپ۔ ہر چند کہ مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے بہت تعلقات تھے۔ لیکن آپ درخواستی گروپ جس کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحبؒ تھے۔ آپ اور آپ کے متوسلین ان کے ساتھ رہے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بھی اختلاف رائے کے باوجود خانقاہ سراجیہ اور ہمارے حضرت خواجہؒ صاحب سے اپنے روحانی تعلق میں سرمو فرق نہیں آنے دیا۔ اسی طرح حضرت قبلہ بھی مولانا غلام غوث ہزارویؒ پر برابر شفقت ومحبت فرماتے رہے۔

مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے وصال کے بعد ایم، آر، ڈی کے مسئلہ پر پھر جمعیت دو رائے کا شکار ہوئی۔ ایک دھڑا درخواستی گروپ اور دوسرا دھڑا فضل الرحمن گروپ کہلایا تو ہمارے حضرت خواجہؒ صاحب نے اپنا تمام تر وزن مولانا فضل الرحمن کے جمعیت والے حصہ میں ڈال دیا۔ اس وقت حضرت درخواستیؒ کا پورے ملک بالخصوص پنجاب میں طوطی بولتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ پنجاب کے مساجد ومدارس کی اکثریت حضرت درخواستی والے حصہ جمعیت کے ساتھ تھی۔ واحد ہمارے حضرت خواجہؒ صاحب کی ذات گرامی ہے کہ آپ کے باعث پنجاب کے مدارس ومساجد کا معتد بہ حصہ مولانا فضل الرحمن صاحب کے ساتھ رہا۔ آپ کا فیصلہ کتنا صحیح تھا کہ اس وقت جمعیت نام ہی اس حصہ کا ہے۔ جس کے ساتھ آپ ہمیشہ رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستگی کی تفصیلات تو آگے آئیں گی۔ جمعیت اور مجلس کے حوالہ سے ایک بات یہاں جوڑ کھاتی ہے جسے ذکر کئے بغیر چارہ نہیں کہ ایم۔ آر، ڈی کے مسئلہ پر مولانا فضل الرحمن، درخواستی گروپ منقسم ہوئے تو مولانا فضل الرحمن والے حصہ کے امیر مرکزیہ کا مسئلہ درپیش تھا۔ آپ

نے اس حصہ کے سرکردہ حضرات کے سامنے رائے رکھی کہ مولانا سراج احمد دین پوری کو امیر بنایا جائے۔ چنانچہ اعلان ہوگیا۔ مولانا محمد لقمان علی پور اور جمعیت کے دوسرے رفقاء کا وفد گیا اور آپ کو آمادہ کرلیا گیا۔ جمعیت علماء اسلام جمہوری ادارہ ہے۔ اگلے الیکشن میں حضرت مولانا عبدالکریمؒ بیرشریف والے امیر منتخب ہوئے تو ہمارے حضرت خواجہ خان محمدؒ صاحب نے خانقاہ سراجیہ سے جاکر دین پور شریف مولانا سراج احمد دین پوری کو پوری صورتحال پیش فرمائی اور ان کو آمادہ کیا۔ بعد میں حضرت میاں سراج احمد صاحب نے پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ (آگے تفصیل آئے گی) سردست یہاں پر میاں سراج احمد دین پوری کے حوالہ سے اتنا عرض ہے کہ پیپلز پارٹی کا ان دنوں جنرل ضیاء الحق سے خوب تناؤ تھا۔ مولانا محمد لقمان علی پوری کے گاؤں بستی رنوجہ جلسہ تھا۔ ہمارے حضرت خواجہؒ صاحب کی صدارت تھی۔ میاں سراج احمد دین پوری نے بیان کے دوران جنرل ضیاء الحق پر تنقید کرتے ہوئے ایک جملہ حضرت خواجہؒ صاحب کے متعلق کہہ دیا۔ جو آپ کی شان سے فروتر تھا۔ میاں سراج احمد کو اگلے لمحہ احساس ہوا کہ مجھ سے یہ سہو ہوگیا ہے۔ اسی وقت کرسی سے اٹھ کر حضرت خواجہؒ صاحب کے پاؤں پر ہاتھ رکھ دیئے اور پبلک کے سامنے ہاتھ باندھ کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت خواجہؒ صاحب اٹھے۔ میاں صاحب کو سینے سے لگایا اور مسکرادیئے۔

اس واقعہ سے میاں سراج احمد کی بے نفسی کے اظہار کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہؒ صاحب کے عالی حوصلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ بجائے میاں صاحب پر اظہار ناراضگی کے فوراً گلے سے لگالیا۔ سچ ہے کہ ان اکابر کی شان بہت ہی نرالی ہے۔ ترتیب تو یاد نہیں۔ مولانا حامد میاں بھی جمعیت علماء اسلام کے امیر رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ایک مرحلہ آیا کہ جمعیت علماء اسلام کی امارت اور اتنی بڑی اہم ذمہ داری کے لئے جمعیت کے تمام حضرات کی رائے ہوئی کہ حضرت خواجہؒ صاحب کو امیر بنایا جائے۔ مولانا محمد خان شیرانی نے دوسرے رفقاء کے ساتھ سفر کیا اور خانقاہ شریف حاضر ہوکر جمعیت کی امارت کے لئے آپ سے استدعا کی۔ آپ نے عذر فرمایا کہ خانقاہ شریف اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کی ذمہ داری کے علاوہ مزید بوجھ کا میں متحمل نہیں۔ انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے صاف صاف انکار فرمادیا۔ مولانا شیرانی مصر رہے اور پھر فرمایا کہ ہم آپ کے انکار کے باوجود منتخب کرکے اعلان کردیں گے۔

اس پر حضرت نے فرمایا کہ جمعیت مجھے دل وجان سے عزیز ہے۔ اپنی جماعت ہے۔ لیکن امارت کا اعلان کیا تو میں تردید کردوں گا۔ وہ مایوس ہوگئے۔ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن حضرت مولانا عبدالکریم بیرشریف کا والا نامہ لے کر خود تشریف لائے۔ آپ نے والا نامہ پڑھا اور احترام سے رکھ دیا۔ مثبت، منفی کوئی جملہ نہ فرمایا۔ حضرت مولانا فضل الرحمن نے خاموشی کو رضا خیال فرمایا۔ ملتان میں جمعیت کا انتخابی اجلاس ہوا۔ حضرت قبلہ کے انکار کرتے کرتے اعلان ہوگیا۔ آپ نے سخت غصہ میں فرمایا کہ فیصلہ تبدیل کریں۔ ورنہ میں اجلاس سے اٹھ کر چلا جاؤں گا۔ تمام حضرات پریشان ہوگئے۔ خیر حضرت قبلہؒ کے واضح انکار کو سامنے رکھ کر حضرت قبلہؒ ہی کی تجویز پر حضرت بیرشریفؒ والوں کو امیر بنادیا گیا۔ اس انکار واصرار پر اجلاس کا خاصہ وقت خرچ ہوا۔

اجلاس کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمن، سرگانہ ہاؤس ملتان، حضرت قبلہؒ کی رہائش گاہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت بیرشریفؒ والوں کا خط لے کر جب میری خانقاہ سراجیہ حاضری ہوئی تو آپ کی خاموشی کو میں رضا سمجھا تھا۔ اس پر حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ حضرت بیرشریف والوں کے احترام میں خط پر فوری انکار نہ کیا۔ مصمم ارادہ اس وقت بھی یہی تھا کہ میں امارت قبول نہیں کروں گا۔ بلکہ حضرت بیرشریفؒ والوں کو اگر وہ نہ مانے تو آپ (مولانا فضل الرحمن) کو امیر بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان پر قربان کہ حضرت قبلہ کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے ایسے شرف قبولیت سے نوازا کہ اگلے انتخاب میں جمعیت نے متفقہ طور پر مولانا فضل الرحمن کی امارت کا متفقہ فیصلہ کرلیا۔ پھر جس طرح مولانا کے عہد امارت میں جمعیت نے ترقی کی منزلیں طے کیں وہ حضرت قبلہؒ کی اصابت رائے پر واضح دلیل ہے۔

حضرت قبلہؒ وحضرت بیرشریفؒ:

لیجئے! موقع کی مناسبت سے ایک اور واقعہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ عالمی مجلس کے ایک تبلیغی لمبے دورہ پر حضرت قبلہؒ، بیرشریف، پیر طریقت، حضرت مولانا عبدالکریم قریشی بیرشریف والوں سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحبؒ فقیر راقم اور مولانا جمال اللہ الحسینیؒ اور دوسرے رفقاء بھی ہمراہ تھے۔ دونوں اکابر گھنٹوں ایک دوسرے کے سامنے دوزانو بیٹھے رہے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو رہی۔ دونوں بزرگوں کے خدام بھی مجلس میں موجود، خاموشی یعنی مراقبہ کی کیفیت بھی مجلس پر گاہے بگاہے طاری رہتی۔ پھر گفتگو، کھانا، چائے، دعاء، خاصہ وقت حضرت قبلہؒ، حضرت بیرشریفؒ کے ساتھ رہے۔ جب اجازت چاہی تو حضرت بیرشریفؒ والوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور علیحدگی میں تشریف لے جاکر دروازہ بند کردیا۔ دونوں بزرگوں کے رفقاء باہر انتظار میں کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ باہر تشریف لائے۔ الوداعی معانقہ مصافحہ ہوا

اور حضرت قبلہؒ اگلے سفر پر روانہ ہوگئے۔ غالباً حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ کے کہنے پر مولانا جمال اللہ صاحبؒ نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ حضرت پیر شریفؒ والے آپ کو علیحدہ لے گئے۔ کسی خاص امر پر مشاورت تھی؟ پہلے تو حضرت قبلہؒ نے خاموشی اختیار کی۔ مولانا جمال اللہؒ کے اصرار پر فرمایا کہ حضرت پیر شریفؒ والوں کی محبت ہے۔ مجھے بٹھایا خود میرے سامنے دراز ہوئے۔ قلب مبارک سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا کہ نقشبندی طریقہ پر میرے قلب کو توجہ دے دیں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ انہوں نے اظہار مسرت فرمایا اور باہر آگئے۔ اس سے حضرت پیر شریفؒ والوں کی قدردانی کہ وہ خود پیر طریقت اور شیخ وقت لیکن حضرت قبلہؒ کو اس وقت مجددی، نقشبندی سلسلہ کا امام یقین فرماتے ہوئے کسب فیض کے لئے عرض کی۔ حضرت پیر شریفؒ والوں کی بے نفسی اور حضرت قبلہؒ کا مقام ان دونوں کو ایک اس واقعہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

لیجئے! لگے ہاتھوں ایک اور واقعہ بھی ہوجائے کہ ایک بار حضرت پیر شریفؒ والوں نے حضرت قبلہؒ سے ملاقات کے لئے سندھ سے سفر کیا۔ خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ چناب نگر کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک دن قبل حضرت قبلہؒ چناب نگر تشریف لائے۔ یاد رہے کہ حضرت قبلہؒ اپنی صحت کے زمانہ میں چناب نگر کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک دن قبل تشریف لاتے۔ کانفرنس کے اختتام کے بعد مزید بھی ایک رات قیام فرماتے۔ یہ تقریباً آپ کا معمول تھا۔ اب خانقاہ سراجیہ سے حضرت پیر شریفؒ والوں کو پتہ چلا کہ حضرت قبلہؒ چناب نگر تشریف لے گئے ہیں تو خانقاہ شریف سے چناب نگر صبح آٹھ، نو بجے تشریف لائے۔ ہم خدام کی عید ہوگئی۔ گھنٹہ بھر حضرت قبلہؒ سے ملاقات رہی اور اجازت چاہی، حضرت قبلہؒ نے اجازت دے دی۔ حضرت پیر شریفؒ والوں کو جاتا دیکھ کر ہم خدام دوڑے کہ حضرت کانفرنس چند ساعتوں میں شروع ہونے والی ہے۔ آپ افتتاحی بیان فرمادیں۔ حضرت پیر شریفؒ والے مسکرائے اور فرمایا کہ کانفرنس میں شرکت ہوگئی۔ گھر سے صرف حضرت قبلہؒ کی ملاقات کے لئے چلا تھا۔ اس سفر میں حضرت قبلہؒ کی ملاقات کے علاوہ اور کسی مصروفیت کی آمیزش پر دل نہیں مانتا۔ ہم دل مسوس کر رہ گئے۔ حضرت قبلہ بھی مسکرادیئے اور حضرت پیر شریف والے چل دیئے۔ سچ ہے کہ بڑوں کی باتیں بڑے ہی جانتے ہیں۔ ہم چھوٹوں کو دخل دینا۔ دخل در معقولات نہیں۔ بلکہ سوئے ادبی کے زمرہ میں آتا ہے۔

اکابر سے حضرت قبلہؒ کے تعلقات:

یہاں پر ایک اور بات بھی سن لیجئے کہ برطانیہ بری میں دارالعلوم کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا یوسف متالا بہت بڑے شیخ وقت اور برطانیہ کے لئے آیۃ من آیات اللہ ہیں۔ حضرت قبلہ جب بھی برطانیہ کے سفر پر جاتے ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے جائے۔ وہ بھی احترام کا حق ادا کردیتے۔ گھنٹوں مجلس میں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کی بارش کا سا سماں بندھ جاتا۔ گزشتہ کئی سالوں سے کمزوری کے باعث حضرت قبلہؒ کا برطانیہ کا سفر نہیں ہوا۔ کانفرنس کے بعد مولانا حافظ محمد تکلین، مولانا محمد ابراہیم خطیب بریڈفورڈ، اور فقیر راقم دارالعلوم بری حضرت متالا کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے شفقتوں کی انتہا کردی۔ جب اجازت چاہی تو دروازہ میں ہمیں کھڑا کرکے خود بالاخانہ پر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد لفافہ میں چھ عدد غالباً اعلیٰ عطر کی شیشیاں لائے اور راقم سے فرمایا کہ یہ میری طرف سے حضرت قبلہؒ کو ہدیہ پیش کرکے حضرت قبلہؒ کی ایک مستعملہ پگڑی کی درخواست کرنا۔ پھر بہت دیر تک حضرت قبلہؒ کے لئے بڑے وقیع جذبات کا اظہار فرماتے رہے۔ وہ حضرت شیخ الحدیث کے خلیفہ مجاز اور شیخ طریقت، وشیخ زمانہ ہیں۔ لیکن حضرت قبلہؒ کی مستعملہ پگڑی کے لئے خواہش کا اظہار خوب حضرت قبلہؒ کی رفیع شان پر دلالت کرنے والی بات ہے۔ وہی جو پہلے عرض کیا کہ بڑوں کی باتیں بڑے ہی جانتے ہیں۔

خانقاہ قادریہ ارشدیہ دین پور شریف کے مسند نشین ثانی حضرت مولانا میاں عبدالہادیؒ صاحب بہت کامل بزرگ اور جامع شریعت وطریقت مسلمہ رہنما تھے۔ آپ یومیہ کئی پارے تلاوت بلاناغہ کرتے تھے۔ اس میں کسی سے میل ملاقات بات چیت نہ کرتے تھے۔ فجر کے بعد اور ظہر تا عصر تو تلاوت کا معمول تھا ہی۔ اس دوران سب کو معلوم تھا کہ ملاقات ناممکن ہے۔ حضرت قبلہؒ ایک سفر کے دوران میں دین پور تشریف لے گئے۔ وقت ایسا تھا کہ حسب معمول حضرت میاں عبدالہادیؒ تلاوت میں مصروف تھے۔ حضرت قبلہؒ نے بھی سفر کرنا تھا۔ کسی خادم خاص نے جاکر حضرت میاں صاحبؒ سے حضرت قبلہؒ کی تشریف آوری کا بتایا۔ آپ نے تلاوت کو روکا۔ تشریف لائے، معانقہ ومصافحہ ہوا۔ خیر خیریت پوچھی۔ بیٹھے رہے۔ خانقاہ دین پور کے تمام خدام ششدر کہ یہ سب کچھ خلاف معمول کیسے ہوگیا۔ جب حضرت قبلہؒ نے جانے کے لئے اجازت طلب کی تو حضرت میاں صاحبؒ نے بہت ہی محبت سے فرمایا کہ حضرت قیامت میں بھی خیال رکھنا۔ آپ نے سر جھکا کر جواباً ارشاد فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ بھلی فرمائیں گے“ دونوں بزرگ باہمی احترام اور محبت سے ایسے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے کہ موجود حضرات پر وجد آفرین کیفیت کی بہار چھاگئی۔

حضرت قبلہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ بہت سے اکابر کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے لئے آمادہ کرتے رہے۔ راقم نے خود حضرت قبلہؒ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت جالندھریؒ میرے پاس بھی تشریف لائے تھے اور مجھے بھی امارت قبول کرنے کے لئے فرمایا۔ لیکن میں نے کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کسی اور کی امارت پر سوچنا بھی ٹھیک نہیں۔ آپ (حضرت جالندھریؒ) سے بڑھ کر اس کام کو اور کون احسن انداز میں چلا سکتا ہے؟ اور پھر حضرت قبلہؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ جو مجلس کی امارت میرے سپرد ہوئی حضرت جالندھریؒ کی اس زمانہ کی پیشکش کو اللہ تعالیٰ نے یوں پورا فرما دیا۔ اللہ رب العزت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔

غرض حضرت قاضی صاحبؒ کے بعد حضرت جالندھریؒ ان کے بعد مولانا لال حسین اخترؒ، ان کے بعد عارضی طور پر مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان (چھ ماہ کے لئے) امارت کے عہدہ پر رہے۔ ۹ اپریل ۱۹۷۴ء میں مجلس کا سہ سالہ انتخاب ہونا تھا۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ، حضرت مولانا تاج محمودؒ اور ملک کے دیگر بہت سے مجلس کے بھی بزرگ اس کوشش میں تھے کہ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو اس منصب کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ مثلاً:

۱...... قادیانیت ان دنوں منہ زور گھوڑے کی طرح دولتیاں مار رہی تھی۔ مسلمان خواص وعوام میں بھی ردعمل عروج پر تھا۔

۲...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے لئے بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیت کی ضرورت تھی۔ اس لئے کہ بیرون ملک بھی قادیانی خرمستیاں زوروں پر تھیں۔

۳...... اندرون ملک بھی کام کے لئے ایسی جامع شخصیت کی ضرورت تھی۔ جن کے احترام کا حلقہ ایسا مسلّم ہو کہ سب اس شخصیت کی قیادت میں جمع ہو کر قادیانیت کا تعاقب کرسکیں۔

۴...... حضرت شیخ بنوریؒ ان تمام خصوصیات کے حامل تھے۔ علاوہ ازیں آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی نسبت شاگردی کے نہ صرف حامل تھے بلکہ پاکستان میں بلاشبہ وہ حضرت سید کشمیریؒ کے علمی جانشین کے طور پر جانے پہچانے اور مانے جاتے تھے۔

۵...... اور درحقیقت یہ کہ قدرت کی طرف سے قادیانیوں کی آئینی رسوائی کا وقت بھی آن پہنچا تھا۔ اس جدوجہد کی قیادت کے لئے قدرت کا فیصلہ بھی حضرت بنوریؒ ہی کے لئے تھا۔

۶...... مجلس کے تمام راہنما صرف اور صرف اس کام کے لئے اول وآخر صرف بنوریؒ کے لئے ہی کوشاں تھے۔ وہ متبادل کے طور پر کسی اور کا سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ انہوں نے بھی پورا زور حضرت بنوریؒ پر لگایا۔

۷...... حضرت جالندھریؒ کے عہد امارت میں حضرت بنوریؒ مجلس کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ وہ مجلس کے مزاج سے واقف اور مجلس کے حضرات ان کے مزاج شناس۔ اس لئے کسی اور پر نظر نہ جاتی تھی۔

۸...... مسلمہ دینی شخصیات مثلاً مولانا قاضی عبدالقادرؒ جھاوریاں والے تبلیغی جماعت کے معروف راہنما اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز، خانقاہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں عبدالہادیؒ دین پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ مہاجر مدنی اور دیگر بہت سے اکابر نے اس کام کے لئے حضرت شیخ بنوریؒ کو آمادہ کرنے کی سعی بلیغ ومشکور فرمائی۔

۹...... قدرت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ مجلس کے اکابر کو معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ بھی شیخ بنوریؒ کی مجلس کی امارت کے لئے کوشش فرما رہے ہیں۔ ہاں ان اکابر حضرات کو معلوم ہوگا کہ مجلس کی قیادت حضرت بنوریؒ کو امارت کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ مجلس کے حلقہ میں دن رات ہر جگہ حضرت بنوریؒ کے حوالہ سے تذکرہ عام تھا کہ وہ امیر بن رہے ہیں۔

۱۰...... ان تمام تر کوششوں کے باوجود حضرت بنوریؒ کے سامنے اپنی علمی مصروفیات، اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی ذمہ داری۔ اس لئے خیال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت بنوریؒ دونوں امور کو سامنے رکھ کر کوئی واضح فیصلہ کرنے میں تاخیر کا شکار تھے۔ (جاری ہے)

حضرت خواجہؒ کی یاد میں تعزیتی پروگرام

گولارچی..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمدؒ کی یاد میں ۱۰ مئی کو ایک تعزیتی پروگرام بعد نماز مغرب مدرسہ دارالفرقان قاسمیہ گولارچی ضلع بدین میں منعقد کیا گیا، جس میں علماء کرام اور طلباء عظام کے علاوہ معززین شہر بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گولارچی کے امیر حکیم مولوی محمد عاشق نقشبندی نے حضرتؒ کی زندگی، قربانیوں اور عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلہ میں گفتگو کی، آپ کو ٹھنڈی چھاؤں اور سایہ دار درخت سے تعبیر کیا۔ مدرسہ دارالفرقان کے مہتمم مولانا فتح محمد مہری نے کہا کہ حضرتؒ وسیع ظرف رکھتے تھے، چھوٹے چھوٹے اختلافات کی بنیاد پر اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی تمام تنظیموں کی سرپرستی سے ہاتھ نہیں اٹھایا، ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہئے اور آپس کے معمولی اختلافات کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے سے دور نہیں ہونا چاہئے اور ان کی زندگی کو مشعل راہ بنانا چاہئے۔ ضلع بدین کے مبلغ مولانا محمد یونس سیفی نے کہا کہ ابھی ہمارے دلوں سے مفتی سعید احمد جلال پوریؒ کی شہادت کا غم نہیں بھولا تھا کہ حضرتؒ کی وفات نے تو دل ہی توڑ دیا، بہرحال ہم یہ عہد کرتے ہیں حضرتؒ کے نقش قدم پر چل کر عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ہر حال میں کریں گے۔

آزادیٔ اظہار رائے یا بغض وعناد؟

امریکی کارٹونسٹ مولی نورس نے ویب سائٹ ''فیس بک'' پر توہین آمیز خاکوں کا مقابلہ کرانے کا اعلان کیا، تو دنیائے اسلام سراپا احتجاج بن گئی، تمام اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان میں اہانت رسول کے اس دلخراش واقعہ پر احتجاجی جلوس، ریلیاں اور مظاہرے کئے گئے اور فیس بک کا بائیکاٹ کیا گیا اس موقع پر ہمارے قانونی مشیر جناب منظور احمد میو ایڈووکیٹ نے اہل مغرب کے متعصبانہ طرز عمل کی تفصیل ارسال کی ہے، جسے قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے:

دوسری قسط

منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ

بدھ ازم میں اگرچہ کوئی خاص نظریہ اس سے (بلاسفیمی) متعلق نہیں ملتا۔ ان کے مطابق دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو بھی ان کے اچھے اعمال کا بدلہ دنیا وآخرت میں ملتا ہے۔ بدھسٹ تعلیمات کے مطابق جزا کا تعلق قدرتی قانون سے ہے اور یہ بغیر کسی مذہبی تعلق کے ملتی ہے۔ ان کے مطابق دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اسی لئے بدھسٹ افراد کا عقیدہ ہے کہ دوسرے مذاہب وعقائد پر تنقید نہ کی جائے، بدھسٹ عقائد میں موجود بنیادی ''ہشت ارکان'' اپنے ماننے والوں کو ''درست تقریر'' اختیار کرنے کا درس دیتا ہے، جس سے مراد گالی، جھوٹ، لغویات اور دشنام طرازی سے باز رہنا ہے، اس لئے اگر کوئی بدھ مت کا ماننے والا، کسی بدھسٹ رہبر یا کسی دوسرے مذہب کے پیشوا یا عقائد کے خلاف بولتا ہے تو وہ اپنے بنیادی عقائد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

ہندوازم میں بلاسفیمی سے متعلق قطعی کوئی ذکر نہیں اور بہت سے ہندوؤں کے نزدیک یہ مقتدر آزادی باعث سکون ہے، اور یہ اپنے ماننے والوں کو اس سے متعلق کوئی روک نہیں لگاتا کہ وہ اپنے مذہب کے بنیادی عقائد سے متعلق سوال کریں، حتیٰ کہ ہندو اگر چاہیں تو کوئی نیا وید بھی تخلیق کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو کوئی بھی عقیدہ اختیار کرنے سے رک سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے مہاتما گاندھی کہتے ہیں کہ: ''ایک دہریہ بھی خود کو ہندو کہہ سکتا ہے۔'' اس سے قطع نظر کہ ہندوازم کے ماننے والوں کا عام رجحان کیا رہا ہے اور کثرت بتان کی وجہ سے کیا اثر نکلتا ہے، وید دوسرے عقائد کے خلاف کفر بکنے سے منع کرتا ہے اور اسے ''ناستیکا'' قرار دیتا ہے۔

جین ازم میں بلاسفیمی سے مراد جھوٹے عقائد کا پرچار کرنا اور حق مذہب کی تبلیغ میں رکاوٹ ڈالنا، روحانی رہنماؤں کے خلاف بولنا، خداؤں کے مجسموں کے خلاف عقائد رکھنا، جین مت کے ماننے والوں کے خلاف عمل کرنا، بنیادی عقائد اور مذہبی رسومات و علامات کے خلاف بولنا شامل ہیں، ان سب کو ملا کر ''وارسنا موہنا کرم'' کہا جاتا ہے، جس سے مراد مذہب حق کے بنیادی عقائد کو خراب کرنا ہے، اسی کو بنیاد بنا کر منگلور، انڈیا میں "Kannada" نامی اخبار کے مدیر ''بی وی سیتھارام کو جین مت کے رہنما مقشیر تارن سگر'' کے خلاف لکھا تھا۔

اسلام میں بلاسفیمی سے متعلق واضح احکامات موجود ہیں۔ قرآن مجید کفر و الحاد کو روکتا ہے اور شریعت اس جرم پر سزائیں سناتی ہے، ان سزاؤں میں، جرمانہ، قید، کوڑوں کی سزا، یا موت کی سزائیں شامل ہیں، ارشاد ہے کہ:

☆... یقیناً اللہ شرک کرنے والوں کو نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے گا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا یقیناً بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ (النساء:۴۸)

☆... یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف بھی وحی کی گئی ہے، اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور یقیناً تو زیاں کاروں میں ہو جائے گا۔ (الزمر:۶۵)

☆... جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔ (المائدہ:۷۲)

☆... پس تو یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دے، خدا کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کے بنائے کو بدلنا نہیں، بس سیدھا دین یہی ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (الروم:۳۰)

☆... اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا، جو خدا کی مسجدوں میں خدا کا ذکر کرنے سے روکے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے۔ (البقرہ:۱۱۴)

☆... جنہوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو تکلیفیں پہنچائیں اور توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ (البروج:۱۰)

☆... اب جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔ (النور:۶۳)

☆... جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے اس کا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ

آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ (آل عمران:۸۵)

☆... جو لوگ مسلمانوں میں بُرائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ (النور:۱۹)

☆... جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں، ان کو بُرا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے سمجھے بوجھے بُرا نہ کہہ بیٹھیں۔ (الانعام:۱۰۸)

☆... اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور تم میں سے نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا، تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (الحجرات:۱۲)

☆... ہدایت معلوم ہوجانے کے بعد جو انسان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے اور مومنوں کی جماعت سے علیحدہ چلے تو ہم اس کو ادھر ہی جانے دیتے ہیں، جدھر وہ جارہا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ (النساء:۱۱۵)

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ کسی بھی مذہب کے پیروکاروں کا، ان کے بانیان سے جذباتی تعلق ہوتا ہے، جو کسی مادیت سے بالاتر ہوکر صرف دل سے قائم ہوتا ہے، چنانچہ ہم مسلمانوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ہستیاں انتہائی قابل احترام ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم کی خاطر ہمیں کسی دنیاوی قانون کی ضرورت نہیں، ہم ان کی عزت و احترام بلا کسی تردد یا قانون کو خاطر میں لائے بغیر کرتے ہیں اور یہ بالکل فطری ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے انتہائی عقیدت مندانہ جذبات رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب انطاکیہ کے بشپ "ساؤل" نے عیسائی نظریے سے ہٹ کر حضرت مسیح علیہ السلام کو فقط ایک عام انسان مان لیا اور اس کی تبلیغ کرنا شروع کی تو ۲۶۹ء میں ۷۰ سے زائد مذہبی رہنماؤں نے اس کے خلاف تحریک چلائی اور اس کو اس کے عہدے سے معزول کردیا، کیونکہ اس کی تعلیمات کی وجہ سے ان کے مذہبی جذبات پر ضرب پڑتی تھی، اسی طرح آریس (250-336-AD) حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تسلیم نہ کرتا تھا، اس کو بھی اپنے عہدے سے ہٹادیا گیا۔ پولیکن کو ۶۹۰ء میں ایسے ہی عقائد رکھنے پر سنگسار کردیا گیا تھا، یہ سب کچھ عقائد و جذبات کی بنیاد پر کیا گیا، گرچہ بعد میں عدالتیں بھی ان کی سزاؤں یا معزولی میں شامل ہوگئیں تھیں مگر اصل میں مذہبی جذبات ہی کارفرما تھے۔

موجودہ انگریزی قانون میں بلاسفیمی سے ملتے جلتے اور بھی الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کو مجموعی طور پر "Criminal Libels" کہا جاتا ہے، ان میں ایک تو خود بلاسفیمی ہے۔ دوم (Obscenity) جس سے مراد اخلاقی پستگی یا گراوٹ ہے اور سوئم (Sedition) جس سے مراد ریاست کے خلاف غداری ہے، ان تینوں جرائم میں عموماً مدعی ریاست ہوتی ہے۔ عام (Defamation) اور کرمنل لیبل میں بنیادی فرق یہ ہے کہ کرمنل لیبل کو مجرم، "سچ" یا "قانونی استثنیٰ حاصل ہونے کا عذر استعمال نہیں کرسکتا، گر عدالت یہ سمجھتی ہے کہ کسی کا ادا کردہ جملہ چاہے وہ پارلیمنٹ یا عدالتی کارروائی کے دوران ادا کیا ہو، کرمنل لیبل کے زمرہ میں آتا ہے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔

دنیا کے بیشتر ممالک میں بلاسفیمی سے متعلق قوانین موجود ہیں مگر مغربی ممالک میں یہ قوانین آزادیٔ تحریر و تقریر کے قوانین سے متصادم نظر آتے ہیں۔ مغربی ممالک میں جتنی بھی کوششیں کی گئیں کہ یہ تصادم کم سے کم ہو، اتنا ہی زیادہ بلاسفیمی کے جرم سامنے آنے لگے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مغربی ممالک کی عدالتوں نے اکثر مجرمین کو "آزادیٔ تحریر و تقریر" کی بنیاد پر باعزت بری کردیا اور بعض وقوعات میں شک کا فائدہ دے کر یہ موقف اختیار کیا کہ "اس فعل" سے مذہبی جذبات کے متاثر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۹۵۱ء میں اٹلی کے روبرٹو روسیلنی کی فلم "The Miracle" میں فلم کے ایک کردار کو "حضرت مریمؑ" بنا کر پیش کیا گیا، اس فلم کے ریلیز ہونے پر دنیا بھر میں مسیح افراد کے مظاہرے شروع ہوگئے، اس دوران جو کتبے اور سائن بورڈ اٹھا رکھے تھے، اس پر جو لکھا تھا وہ ملاحظہ ہو "فلم ہر معزز عورت کی بے عزتی ہے" "دہریئے مت بنو" "شیطانی کام" وغیرہ وغیرہ، کیتھولک چرچ کے دباؤ میں آکر، فلم بورڈ نے اسے مذہبی منافرت پھیلانے کے جرم میں بند کرنے کا حکم جاری کردیا، اس کا لائسنس منسوخ کردیا گیا اور فلم کی مزید نمائش روک دی گئی، فلم کے ڈسٹری بیوٹر "جوزف" نے اس فعل کو عدالت میں چیلنج کیا۔ ۱۹۵۲ء میں امریکی سپریم کورٹ نے فلم بورڈ کے فیصلے کو غیر آئینی قرار دے دیا اور فلم کی نمائش دوبارہ جاری کروادی۔

بی بی سی کے پروگرام "The Opera" میں ایک ایکٹر نے خود کو "مسیح" بنا کر پیش کیا اور اس دوران اس نے قابل اعتراض لباس پہن رکھا تھا۔ برطانیہ میں مسیحوں نے بڑے ہی مظاہرے کئے، ایک اخبار "Christian Voice" نے بی بی سی کے عہدیداروں کے گھر کے پتے اور فون نمبر شائع کئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دی جانے لگیں۔ ایک مسیحی تنظیم

"Christian Institute" نے بی بی سی پر بلاسفیمی چارج لگا کر مقدمہ دائر کیا، لیکن ہائی کورٹ نے اس کو خارج کردیا۔

۲۰۰۴ء میں حضرت مسیحؑ کو ایک کارٹون فلم میں قابل اعتراض کردار کے طور پر پیش کیا گیا، اس پر کمپنی کو 250,000 درخواستیں موصول ہوئیں، آخر کار کمپنی کو کردار بدلنا پڑا۔

۲۰۰۸ء میں سویڈن میں ایک اخباری اشتہار نے اس وقت مظاہرے شروع کروادیے، جب اس اشتہار میں حضرت مسیحؑ کو شیطان سے جنگ کرتے اور ہارتے دکھایا گیا تھا، اخبار کے ایڈیٹر ان چیف کو جان سے ماردینے کی دھمکیاں بھی وصول ہوئیں۔

مندرجہ بالا ساری مثالیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مذہب یا مذہب سے جڑے افراد کی تعظیم کا معاملہ قانونی نہیں، جذباتی ہے۔ قانون تو فقط جذبات کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ مسیحی افراد اپنے جذبات کے مجروح ہونے پر احتجاج کرتے رہے، مگر دہریے اس کی تشہیر کرتے رہے ہیں۔ اسلام یا مسلم افراد سے متعلق تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ ہمارے خلاف تو، تمام غیر مسلم، کفار اور دہریے کندھے سے کندھا ملائے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کوئی بھی ایسا موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے کہ جس میں مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ اسلام کے ساتھ ان کا رویہ ہمیشہ ہی سے متعصبانہ رہا ہے، انہیں اس بات سے قطعی کوئی غرض نہیں کہ مسلمان کیسا محسوس کرتے ہیں اور ان کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

۵/ مارچ ۱۹۷۷ء کو واشنگٹن ڈی سی کو ۱۲ افریقی و امریکی مسلمانوں نے قبضے میں لے لیا، ان کا اصل مطالبہ یہ تھا کہ فلم "Muhammad Messenger of God" پر پابندی لگائی جائے، 39 گھنٹوں کی طویل جدوجہد کے بعد آخر کار امریکی پولیس نے بلڈنگ کو آزاد کروالیا۔

۲۰۰۱ء میں ایک امریکی میگزین "Time" نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کی خیالی تصویر شائع کی، جس پر دنیا بھر میں احتجاج شروع ہوگیا۔ آخر کار میگزین کو معافی مانگنا پڑی۔

دسمبر ۲۰۰۲ء میں میگزین "Pulitzer Prize" نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر شائع کی، جس میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اسلام دنیا میں دہشت گردی کا ذمہ دار ہے، جس پر دنیا بھر سے تقریباً ۴۰۰۰،۵ ای میلز بھیجی گئیں جس میں جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی شامل تھیں۔

ڈچ سیاست دان "Grert Widers" کی فلم فتنہ پر نزاع کا معاملہ رہا، اس پر قتل کا فتویٰ بھی جاری ہوا، اس فلم میں قرآن کا دہشت گردی سے جوڑا گیا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی جذبات کے مجروح ہونے پر قانون موجود ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بنیادی طور پر قانون ہر شخص کی جان، مال، عزت واحساسات کا تحفظ فراہم کرتا ہے، مگر یہ شخصی ذمہ داری بھی ہے کہ کوئی بھی ایسا عمل نہ کیا جائے، جس سے دوسرے کے مذہبی جذبات مجروح ہوں، دنیا کے بیشتر ممالک میں بلاسفیمی سے متعلق قوانین موجود ہیں، مگر ان قوانین پر عمل درآمد کا طریقہ، تعبیر وتشریح اور سزا مختلف ہیں۔

۲۹/ جون ۲۰۰۷ء میں یورپین کونسل کی پارلیمنٹ نے مذہب کی بنیاد پر تضحیک اور تحریر سے متعلق قرارداد نمبر 1805/07 منظور کی، جس میں بلاسفیمی کو فوجداری جرم کی فہرست سے نکال دیا گیا۔

۲۳/ اکتوبر ۲۰۰۸ء وینا کمیشن کی یورپین مشاورتی کونسل نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ پورے یورپ میں آسٹریا، ڈنمارک، فن لینڈ، یونان، اٹلی، لتھوانیا، نیدرلینڈ اور سین مارینو، وہ ممالک ہیں جہاں بلاسفیمی ایک فوجداری جرم ہے۔ ایسا نہ ہم چاہتے ہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ بلاسفیمی کو ایک فوجداری جرم بنادیا جائے۔

کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ قوانین کی موجودگی کے باوجود اس پر عمل درآمد نہ کیا جائے اور ایسے سنگین جرم کو صرف اس لئے تحفظ فراہم کیا جائے کہ اس سے نام نہاد "تحریر وتقریر" کی آزادی پر ضرب پڑتی ہے، کیا جذبات واحساسات کا تحفظ فراہم کرنا یہ بنیادی حقوق میں شامل نہیں؟ اور صرف یہی نہیں، بلاسفیمی سے متعلق تو خود تورات وانجیل اور وید وغیرہ قابل تعزیر جرم قرار دیتی ہیں، تو کیا یورپی ممالک اپنے ہی مذہبی عقائد کے برخلاف قوانین بنانا چاہتے ہیں؟ حالانکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ان کی مذہبی کتابوں میں درج ہے اس کا "شوشا تک قیامت تک نہ ٹل پائے گا" میرے خیال سے ایسا کرنے سے خود ان کے اپنے مذہب کی تذلیل ہو رہی ہے اور انہیں اپنی تھوڑی سی عقل سلیم اس طرف بھی خرچ کرنا چاہئے۔

پاکستان ایک نظریاتی واسلامی مملکت ہے، دنیا کا وہ واحد ملک جس کی اساس مذہب کی بنیاد پر ہے، یہ بات واضح کردی جائے کہ آج کل یہ وباعام پھیلی ہوئی ہے کہ لوگ اسرائیل کو بھی نظریاتی مملکت کہہ دیتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کی بنیاد خالصتاً نسلی بنیاد پر ہے، بہرحال پاکستان میں بلاسفیمی قوانین کا بنیادی مقصد اسلامی احکامات، عقائد ورسومات کا تحفظ ہے۔ پاکستان میں بلاسفیمی آرٹیکل ۲ کے مطابق اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب تسلیم کیا گیا ہے۔ آرٹیکل ۳۱ کے مطابق یہ ریاستی ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کو اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے کے لئے مناسب اقدامات کرے گی، جبکہ آرٹیکل ۳۳ شہریوں کے مابین تفریق کا خاتمہ کرتا ہے۔ (جاری ہے)

خانہ ساز نبی

علی بن محمد خارجی

گزشتہ سے پیوستہ

جناب نثار احمد خان فتحی

زنگیوں کے شہر منصورہ پر مسلمانوں کا قبضہ:

موفق کے جاسوسوں نے آ کر اطلاع دی کہ علی بن خارجی کا سپہ سالار سلیمان بن جامع اس وقت منصورہ شہر میں اپنی افواج کے ساتھ زبردست تیاریوں میں مصروف ہے، موفق نے فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور ابوالعباس کو دریا کی راہ سے بڑھنے کا اشارہ کیا اور خود خشکی کی راہ سے چل پڑا راستے میں زنگیوں کے ایک دستے سے مڈبھیڑ ہوگئی جس میں زنگیوں کو شکست ہوئی اور ان کا ایک بڑا سردار موفق سے امان طلب کر کے اس کے لشکر میں آ گیا، موفق نے منصورہ کے قریب پہنچ کر دو میل کے فاصلے پر مورچہ بندی کر لی اور دوسرے دن زنگیوں سے مقابلہ ہوا، شام تک لڑائی ہوتی رہی آخر کار دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔

دوسرے دن معرکہ کارزار پھر گرم ہوا اور سخت لڑائی کے بعد جس میں ابوالعباس نے جنگی کشتیوں کے ذریعہ اور موافق نے خشکی کی راہ سے زنگیوں پر بھرپور حملہ کیا جس کی وہ تاب نہ لا سکے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور پورے منصورہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ دس ہزار مسلمان عورتوں اور بچوں کو جن میں زیادہ تر سادات کے زن و فرزند تھے، خارجیوں کی غلامی سے نجات دلائی گئی۔ خارجی سردار سلیمان بن جامع بھاگنے میں کامیاب ہوگیا مگر اس کے بیوی بچے گرفتار کر لئے گئے۔

زنگیوں کے دوسرے شہر مختارہ کا محاصرہ اور بہبود زنگی امیر البحر کی ہلاکت:

ابوالعباس اور موفق نے اب زنگیوں کے شہر مختارہ کے گرد ڈیرے ڈال دیئے۔ اس شہر کے فصیلیں بہت مستحکم تھیں، اس کے چاروں طرف گہری اور چوڑی خندقیں پورے شہر کی حفاظت کے لئے بنائی گئیں تھیں، موفق نے رات بھر جائے وقوع کا معائنہ کیا اور اس رات کی صبح خشکی کی راہ سے اور ابوالعباس نے جنگی کشتیوں کی مدد سے دریا کی طرف سے مختارہ پر حملہ کر دیا، لیکن زنگیوں نے اس قدر تیز پتھروں کی بارش کی کہ مسلمانوں کا شہر کی فصیل تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔

اب علی خارجی نے اپنے امیر البحر بہبود زنگی کو دریا کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کا حکم دیا، ابوالعباس مقابلہ پر آیا، نہایت خونریز جنگ کے بعد بہبود کو شکست ہوئی اور یہ ایک کشتی میں بیٹھ کر بھاگ رہا تھا کہ موفق کے ایک غلام نے اس کے پیٹ میں نیزہ مار کر اس کو ہلاک کر دیا، بہبود زنگی کے مارے جانے سے علی خارجی کی ہمت ٹوٹ گئی۔

پچاس ہزار زنگیوں کا حلف اطاعت:

۱۵/شعبان ۲۶۷ھ کو موفق نے بعد نماز فجر ابوالعباس کی فوج کے ساتھ ایک زبردست حملہ کیا اور زنگیوں کو مارتے کاٹتے شہر پناہ کے قریب پہنچ گیا، اس معرکے میں زنگیوں کی تعداد تین لاکھ تھی اور ان کے مقابلے میں مسلمان صرف پچاس ہزار تھے، باوجود اس قلت کے موفق نے اس خوبی سے شہر کو حصار میں لیا کہ زنگیوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا، اب موفق نے اعلان کرایا کہ جس کو اپنی جان عزیز ہو، وہ آ کر ہم سے امن کا طلب گار ہو ہم اس کو امن دے کر اس کی حفاظت کریں گے اور یہ رعایت فوجی اور شہری سردار اور سپاہی سب کے لئے ہے اور اس مضمون کے پرچے لکھ لکھ کر تیروں سے باندھ کر شہر کے اندر پھینکے چنانچہ بہت سے سپاہی اور اس کے بعد سردار موفق کے پاس آ کر امان طلب کرنے لگے، یہ دیکھ کر شہر کے قائدین بھی آنے شروع ہوگئے اور موفق نے سب کا بڑا احترام کیا اور خلعت و انعامات سے نوازا، ان نوازشات کا نتیجہ یہ ہوا کہ روزانہ سینکڑوں لوگ فوجی اور شہری امان طلب کرنے آنے لگے اور رمضان کے آخر تک تقریباً پچاس ہزار زنگی فوجیوں نے عباسی علم کے سایہ میں حلف اطاعت اٹھایا۔

لشکر اسلام پر زنگیوں کا شب خون اور شکست:

یہ صورت حال دیکھ کر علی بن محمد خارجی نے اپنے سردار علی بن ابان کو حکم دیا کہ "رات کی تاریکی میں دریا عبور کرو اور چار پانچ کوس کا چکر کاٹ کر علی الصبح جب موفق کا لشکر نماز فجر میں مشغول ہو، حملہ کردو، میں بھی تم سے آ کر مل جاؤں گا۔"

جاسوس نے یہ خبر موفق تک پہنچادی، موفق نے اسی وقت اپنے بیٹے ابوالعباس کو علی بن ابان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا، ابوالعباس اس راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا، جس راستے سے علی بن ابان کو موفق پر حملہ کرنا تھا اور جیسے ہی اس کا لشکر نمودار ہوا، ابوالعباس نے زبردست حملہ کر دیا، اس غیر متوقع حملہ سے زنگی گھبرا گئے اور راہ فرار اختیار کی، عباس کے لشکر نے خوب قتل عام کیا، بے شمار قیدی اور مال غنیمت ہاتھ آیا، علی خارجی کو ابھی تک اس شکست کی اطلاع نہیں ملی تھی اور وہ نکلنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اتنے میں موفق زنگیوں کے کٹے ہوئے سروں کو گوپھن کے

ذریعے شہر میں پھینکنے لگا، یہ دیکھ کر تو شہر کے لوگوں میں ایک قیامت سی مچ گئی اور علی خارجی بھی کٹے ہوئے سروں کی بارش کو دیکھ کر رونے لگا۔

علی خارجی کا موفق کو چیلنج:

علی خارجی اور ابوالعباس کی فوجوں میں کئی مرتبہ بڑی لڑائی بھی ہوئی مگر ابوالعباس نے ہر مرتبہ زنگیوں کو شکست دی۔ ادھر موفق نے شہر کا محاصرہ اور تنگ کردیا، یہاں تک کہ شہر کا غلہ ختم ہونے کے قریب آ گیا اور زنگیوں کے بڑے بڑے سردار اور نامی گرامی سورما فاقہ کشی اور محاصرے کی شدت سے تنگ آ کر شہر سے نکلے اور موفق سے امان کی درخواست کی۔ موفق نے نہ صرف انہیں امان دی بلکہ انعام و اکرام سے نواز کر اپنے خاص مصاحبین میں شامل کرلیا۔ علی خارجی نے بھی محاصرے کی سختیوں سے تنگ آ کر اپنے دو افسروں کو حکم دیا کہ موفق کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ محاصرے کو طول دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، آؤ ہم تم کھلے میدان میں نکل کر اپنی قسمت کا فیصلہ کرلیں۔

محصورین کی فاقہ کشی انسان، انسانوں کو کھانے لگے:

موفق نے اس درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا، مگر اس نے سمجھ لیا کہ اگر محاصرہ کچھ اور جاری رکھا جائے اور رسد کے راستوں کی کڑی نگرانی رکھی جائے تو فاقہ کشی سے زنگیوں کا لشکر خود ہی تہس نہس ہو جائے گا۔

محرم ۲۶۸ھ میں زنگیوں کے ایک بہت بڑے اور نامور سپہ سالار جعفر بن ابراہیم المعروف بہ سجان نے موفق کی خدمت میں حاضر ہو کر سر تسلیم خم کیا۔ موفق نے اسے امان دے کر خلعت فاخرہ سے نوازا، دوسرے دن سجان کو ایک جنگی کشتی پر سوار کرا کر علی خارجی کے محل کی طرف روانہ کیا۔ سجان نے محل کے پاس جا کر ایک بڑی دلچسپ اور معنی خیز تقریر کی جس میں علی خارجی کے عیوب اور خلیفہ کے محاسن بیان کئے، علی خارجی اور اس کے افسران اس صورت حال سے بہت رنجیدہ اور مایوس ہوئے، سجان کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ زنگیوں کی فوج سے سپاہی اور افسران جوق در جوق موفق کے ساتھ آ کر وابستہ ہونے لگے یہاں تک کہ علی خارجی کا سیکریٹری محمد بن شمعان بھی موفق سے آ کر مل گیا۔

علی خارجی اس محاصرے سے اور اپنے فوجیوں کی بے وفائی سے خاصا پریشان تھا، رسد کی آمد بالکل بند ہو چکی تھی، شہر کے تمام غلے کے ذخائر ختم ہو چکے تھے، محصورین نے پہلے تو گھوڑوں اور گدھوں کو ذبح کر کے کھایا، پھر یہ ہوا کہ انسان، انسان کو کھانے لگے۔

شہر پر مسلمانوں کا قبضہ اور علی خارجی کا قتل:

موفق نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا اور شہر پر اپنی پوری فوج سے ایک فیصلہ کن حملہ کیا اور شہر کے سب سے بڑے بازار پر آتش گیر مادہ پھینک کر جلا دیا، جس سے پورے شہر کے اندر بھگدڑ مچ گئی۔

آخر کار ۲۷/محرم ۲۷۰ھ کو موفق نے شہر پر قبضہ کرلیا، بڑے بڑے سردار گرفتار کرلئے گئے مگر علی خارجی چند افسران کو لے کر شہر سفیانی کی طرف بھاگ گیا، اسلامی فوج تعاقب کرتے ہوئے اس کے سر پر پہنچ گئی اور معمولی سی جھڑپ کے بعد علی خارجی کو قتل کر کے اس کا سر نیزے پر چڑھا لیا۔ موفق نے سجدہ شکر ادا کیا اور پورے بلاد اسلامیہ میں زنگی غلاموں کی واپسی اور امن دینے کا گشتی فرمان جاری کر دیا اور اس طرح زنگیوں کا یہ خانہ ساز نبی چودہ برس چار مہینے برسر پیکار رہ کر یکم صفر ۲۷۰ھ کو اپنے انجام کو پہنچا۔

☆☆..............☆☆

پاکستان کے پُرامن شہریوں کو فساد کی طرف دھکیلا جا رہا ہے: حشمت حبیب ایڈووکیٹ

اسلام آباد..... تحریک تحفظ عدلیہ کے صدر حشمت حبیب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر ہونے والی خونریزی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے حکمرانوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ قرار دیا اور کہا کہ یہود و ہنود کی سازشیں وطن عزیز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے میں آخری حد تک پہنچ گئی ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ پاکستان میں تمام اقلیتوں کو مکمل مذہبی اجازت ہے جن میں دستور پاکستان کے تحت قادیانی بھی شامل ہیں، لیکن وہ دستور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خود کو قادیانی اقلیت تسلیم کرنے کی بجائے ''احمدیہ فرقے'' کا نام دے کر خود امن و امان کو بگاڑنے کا باعث بنتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ افسوسناک بات یہ ہے کہ بعض حکمرانی کارندے اس آگ کو بجھانے کی بجائے اس کو بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں جو کہ ملک و قوم کے مفاد کے خلاف ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور دیگر دینی و مذہبی جماعتیں متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قانونی جدوجہد کرتی رہیں اور اب بھی آئینی و قانونی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں، جس کے نتیجے میں ان تنظیموں کے سینکڑوں عالم اور ہزاروں کارکن شہادت کے مرتبے پر فائز ہو چکے ہیں لیکن یہود و ہنود اپنی سازشوں میں سرگرم عمل ہیں اور وہ بعض سیاست دانوں کے منہ میں لالچ کی ہڈی ڈال کر ملک میں انتشار کا باعث بن رہے ہیں۔ حشمت حبیب نے کہا کہ پاکستان کی سرزمین پرامن عوام کی سرزمین ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان اور باشعور شہری قانون کو ہاتھ میں نہیں لیتا لیکن ایسا دکھائی دے رہا ہے کہ پاکستان کے پُرامن شہریوں کو فساد کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اعلیٰ اختیاراتی کمیشن ان واقعات کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرے اور اس قسم کی خونریزی کو روکنے کے لئے اقدامات کرے۔

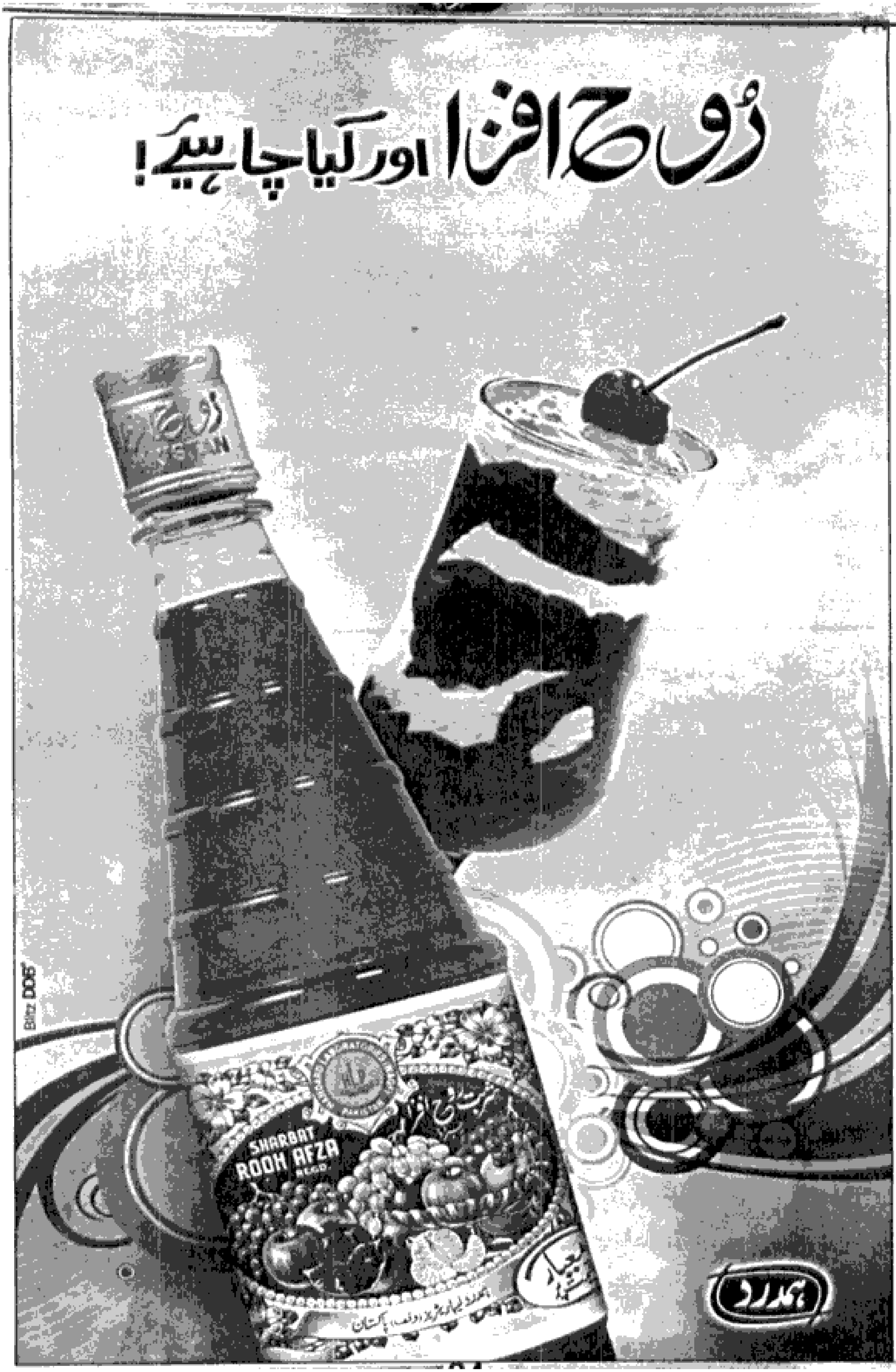
روح افزا اور کیا چاہیے!
SHARBAT
ROOH AFZA
ہمدرد

فکرِ آخرت

کی ایک حیرت انگیز مثال!

عبدالرحیم ندوی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے، ابھی بڑے بڑے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کی جماعت موجود ہے، خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بلادِ عجم میں ایک شہر کی داغ بیل ڈالی گئی ہے جس کو بصرہ کے نام سے جانا جاتا ہے، بصرہ بلادِ عجم میں ایک فوجی چھاؤنی، دعوت کا مرکز اور منبع نور و ہدایت کی حیثیت سے آباد کیا گیا ہے۔

چنانچہ جزیرۂ عرب کے ہر خطہ نجد، حجاز و یمن سے مسلمان کھنچ کھنچ کے چلے آرہے ہیں، سب کا مقصد سرحد اسلامی کی حفاظت ہے۔

قافلہ نجد میں قبیلہ تمیم کا ایک نوجوان بھی شامل ہے جس کو لوگ عامرؒ بن عبداللہ التمیمی کے نام سے جانتے ہیں، جوانی کی دہلیز میں قدم رکھنے والے اس نوجوان کی روشن پیشانی شرافت و نجابت، ذہانت و ذکاوت، قلب کی طہارت اور فطرت کی پاکیزگی کا پتہ دے رہی ہے، بصرہ اگرچہ ابھی نیا نیا آباد ہوا ہے لیکن دوسرے اسلامی شہروں کے مقابلہ میں یہ شہر زیادہ مال دار اور ثروت والا ہے، اس کی وجہ فتوحات کی کثرت، مال غنیمت کی بہتات ہے، ایسا لگتا ہے کہ مال کا ایک سیلاب ہے جو ہر طرف سے اس شہر میں امڈ آرہا ہے۔

لیکن اس تمیمی نوجوان کو اس سے کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے، مال و دولت سے بے رغبت یہ نوجوان صرف اللہ کا دل دادہ ہے، دنیا اور دنیا کی آرائش سے کنارہ کش یہ اللہ کا بندہ اللہ کی مرضیات کے حصول میں مگن ہے۔

اس وقت اس نو آباد شہر کے والی اور ذمہ دار صحابیٔ رسول ابوموسیٰ اشعریؓ ہیں، یہی یہاں کے گورنر، فوج کے کمانڈر، مسجد کے امام اور مدرسہ کے معلم ہیں، یعنی اپنی قابلیت و صلاحیت سے ان تمام امور کو انجام دے رہے ہیں، بس عامر عبداللہؓ، موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ہوگئے اور پھر سفر و حضر، امن و جنگ ہر حال میں ان کے ساتھ رہنے لگے، چنانچہ عامر نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے قرآن کو اسی طرح پڑھا جیسے رسول پاکؐ کے قلب اطہر پر نازل ہوا تھا، حدیث رسول کی اسی طرح روایت کی جیسے آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا اور انہیں کی شاگردی میں تفقہ فی الدین کی دولت سے مالا مال ہوئے، جب انہوں نے کامل علم حاصل کرلیا تو اپنے معمولات کچھ اس طرح بنائے کہ اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کردیا، ایک حصہ خاص کردیا تعلیم و تعلم کے لئے، اس وقت آپ بصرہ کی مسجد میں لوگوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے، ایک حصہ عبادت کے لئے خاص تھا، اس میں اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوتے، لمبی لمبی نمازیں پڑھتے کہ پاؤں تھک جاتے اور ایک حصہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے خاص کردیا تھا اس میں اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے تھے۔ انہوں نے چوبیس گھنٹہ کی زندگی میں کوئی وقت خالی نہ چھوڑ رکھا تھا، جس میں ان تین کاموں کے علاوہ کوئی اور کام کرتے، یہاں تک کہ لوگ آپ کو زاہد بصرہ کے لقب سے پکارنے لگے۔

عامرؒ بن عبداللہ کے واقعات میں بصرہ کے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہتے ہیں:

''ایک سفر میں، میں عامر کے ساتھ تھا، جب رات ہوئی تو ہم نے ایک نالہ کے پاس جنگل تھا، اس جگہ قیام کیا، میں نے دیکھا عامر نے اپنا سامان جمع کیا، گھوڑے کو ایک درخت سے باندھا، اس کی رسی ذرا لمبی کردی اور گھاس لاکر اس کے سامنے ڈال دیا، خود اس جنگل میں گھس گئے، میں نے سوچا آج ان کے پیچھے چلتے ہیں دیکھیں رات کو یہ کیا کرتے ہیں؟ میں نے دیکھا چلتے چلتے وہ ایک ٹیلہ پر پہنچے جو درختوں سے گھرا ہوا تھا، لوگوں کی نگاہ اس پر نہیں پڑسکتی تھی، قبلہ رخ ہوئے اور نماز کی نیت باندھ لی، بخدا میں نے اس سے زیادہ کامل خشوع و خضوع والی نماز اپنی عمر میں اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی، جب نماز پڑھ چکے تو دعا شروع کی، منجملہ اور دعاؤں کے یہ دعا بھی تھی:

''الٰہی! تو نے اپنے حکم سے مجھے پیدا فرمایا اور اپنی مشیت سے اس دنیا کی آزمائش میں لاکھڑا کیا ہے، پھر تو نے یہ حکم دیا کہ میں اپنے اوپر ضبط کروں تو اے طاقت والے، اے قوت والے، کیسے میں اپنے نفس پر قابو پاسکتا ہوں؟ اگر تو نے

اپنے لطف وکرم سے میری مدد نہیں فرمائی، اے بار الٰہ! تو جانتا ہے کہ اگر پوری دنیا اور دنیا کا سارا ساز وسامان مجھ کو مل جائے اور کوئی تیری رضا کے بدلے مجھ سے مانگے تو میں اس کو دے دوں گا، لہٰذا اے ارحم الراحمین! تو مجھ کو بخش دے۔ اے رب کریم! میں نے تجھ سے ایسی محبت کی ہے کہ اس نے ہر مصیبت کو میرے لئے آسان اور ہر فیصلہ پر مجھ کو راضی کر دیا ہے، اگر تیری محبت مجھ کو حاصل ہے تو پھر مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میرے شام و سحر کیسے گزر رہے ہیں؟''

راوی کہتے ہیں کہ پھر مجھ پر نیند کا غلبہ ہونے لگا، تو میں نیم بیداری، نیم خوابی کے عالم میں رہا اور عامر کھڑے اپنے رب کی عبادت و مناجات کرتے رہے، یہاں تک کہ صبح نمودار ہوگئی، جب صبح ہوئی تو فجر کی نماز ادا کی اور دعا فرمائی:

اے اللہ! صبح روشن ہوگئی ہے لوگ آ جا رہے ہیں ہر شخص اپنی حاجت میں تیرے رزق کی تلاش میں لگا ہے، ہر ایک کی ایک حاجت اور ضرورت ہے لیکن تیرے بندے عامر کی ضرورت صرف یہ ہے کہ تو اس کو معاف فرما دے۔ اے اللہ! تو میری اور لوگوں کی ضرورت پوری فرما دے۔ اے اللہ! میں نے تجھ سے تین چیزیں مانگی تھیں تو نے دو قبول فرمائیں ایک قبول نہیں فرمائی، اے اللہ! تو اس کو بھی قبول فرمالے تاکہ تیری عبادت اس طرح کر سکوں جیسے میں کرنا چاہتا ہوں پھر اپنی جگہ سے اٹھے تو ان کی نگاہ مجھ پر پڑی وہ گھبرا اٹھے، اس لئے کہ سمجھ گئے کہ میں نے رات کا ماجرا دیکھا ہے، ایسا لگا کہ ان کی کوئی بڑی پونجی گم ہوگئی، پھر بڑے غم بھرے لہجہ میں بولے: بھائی! میں سمجھ رہا ہوں کہ آج رات تم مجھ کو دیکھ رہے تھے:

میں نے کہا: جی ہاں!

فرمایا: جو کچھ دیکھا ہے لوگوں سے مخفی رکھنا، اللہ تمہاری ستاری فرمائے گا۔

میں نے کہا: آپ وہ تینوں باتیں مجھے بتا دیں، جو اپنے رب سے مانگی ہیں ورنہ میں تو اس راز کو فاش کردوں گا، انہوں نے بڑی لجاجت سے کہا: ایسا نہ کرو، میں نے کہا: نہیں! آپ میری شرط پوری کیجئے، جب انہوں نے میرا اصرار دیکھا تو فرمایا کہ: اچھا تم مجھ سے وعدہ کرو کہ کسی اور کو نہیں بتاؤ گے، میں نے کہا: اللہ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی زندگی میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

فرمایا: میرے نزدیک دین کے سلسلہ میں عورتوں سے زیادہ کوئی چیز خطرہ کی نہیں تھی، تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ عورت کی محبت میرے دل سے نکال دے، اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔

میں نے کہا: دوسری بات؟

فرمایا: دوسرے یہ کہ میں نے دعا مانگی: اے اللہ! میں تیرے سوا کسی سے نہ ڈروں، چنانچہ یہ بھی قبول ہوگئی، اب میں آسمان و زمین میں سوا اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔

میں نے کہا: تیسری چیز؟

فرمایا: میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھ سے نیند ختم کردے تاکہ میں رات دن تیری عبادت کر سکوں، اللہ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔

جب میں نے یہ سنا تو کہا: عامر! اپنے اوپر رحم کرو، تم پوری رات کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور دن بھر روزہ رکھ کر گزارتے ہو، جنت کی نعمت تو اس سے کم میں مل سکتی ہے اور دوزخ کے عذاب سے تو اس سے کم مجاہدہ میں بچا سکتا ہے۔

فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس دن مجھ کو ندامت نہ ہو، جس دن ندامت کوئی فائدہ نہ دے گی، بخدا میں اللہ کی عبادت میں مجاہدہ کرتا رہوں گا جب تک میرے اندر اس کی سکت باقی رہے گی، پھر بھی اگر نجات پا گیا تو یہ اللہ کا رحم ہوگا اور اگر دوزخ میں ڈال دیا گیا تو یہ میری کوتاہی کا نتیجہ ہوگا۔

مگر یہ بھی یاد رہے کہ عامر بن عبداللہ صرف رات کے عبادت گزار ہی نہ تھے بلکہ میدان جنگ کے شہسوار بھی تھے، جب اللہ کا منادی جہاد کی ندا لگاتا تو عامر بن عبداللہ سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں ہوتے، جب مجاہدین کے ساتھ غزوہ میں جانا ہوتا تو مناسب جماعت کی تلاش میں رہتے تاکہ اس کے ساتھ ہو لیں، جب ایسی جماعت مل جاتی جن کی رفاقت مناسب معلوم ہوتی تو ان سے کہتے: بھائیو! میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم اپنے تین کام میرے حوالہ کردو، وہ پوچھتے: وہ کیا؟

فرماتے: پہلی بات یہ کہ میں سفر میں آپ سب کا خدمت گزار رہوں گا، خدمت میں مجھ سے کوئی جھگڑے گا نہیں، دوسرے یہ کہ نماز کے لئے اذان میں دوں گا، تیسرے یہ کہ اپنی استطاعت کے بقدر میں آپ لوگوں پر خرچ کروں گا۔

اگر وہ منظور کرتے تو ان کے ساتھ ہو جاتے، راستہ میں اگر کوئی شخص ان کاموں میں ان سے مزاحمت کرتا تو ان کا ساتھ چھوڑ کر کسی اور جماعت کے ساتھ ہو لیتے۔

عامر بن عبداللہ ان مجاہدین میں تھے جو لڑائی میں تو پیش پیش اور مال غنیمت لینے میں گریز کرنے والے تھے، وہ خطرات مول لینے میں آگے آگے اور نفع حاصل کرنے میں پیچھے پیچھے رہتے تھے۔

یہ سعدؓ بن وقاص ہیں، اسلامی فوج کے کمانڈر، جنگ قادسیہ میں فتح ہوتی ہے، یہ کسریٰ کے محل میں اترتے ہیں اور عمرو بن مقرن کو حکم دیتے ہیں

کہ مال غنیمت جمع کرو اور اس کو شمار کرو تاکہ خمس بیت المال میں اور باقی مجاہدین میں تقسیم کیا جاسکے۔ ان کے سامنے مال و دولت اور قیمتی قیمتی اشیاء کا اتنا بڑا ڈھیر لگ جاتا ہے جو بیان سے باہر ہے، کہیں بڑی بڑی مہر بند ٹوکریاں ہیں، جس میں شاہان ایران کے سونے چاندی کے برتن بھرے ہیں تو کسی طرف قیمتی لکڑی کے صندوق ہیں، جس میں شاہ ایران ''کسریٰ'' کے جوڑے، ہار اور موتی و جواہر سے جڑی زریں ہیں۔

عورتوں کے سنگھاردان ہیں جو قیمتی زیورات اور عمدہ سنگھار کے سامان سے پُر ہیں، اس میں شاہان ایران کی نیامیں ہیں، جن میں ان کی تلواریں اور ان قائدین اور بادشاہوں کی تلواریں ہیں جو شاہان ایران کو مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں۔

ابھی عمال مال غنیمت مسلمانوں کے سامنے شمار کرہی رہے ہیں کہ ایک پراگندہ بال اور گرد سے اٹا شخص لوگوں کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے، اس کے ساتھ ایک وزنی صندوق ہے جو دونوں ہاتھوں سے اٹھائے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے غور کیا تو کیا دیکھتے ہیں یہ تو بڑا قیمتی ہے ایسا تو کسی نے دیکھا بھی نہیں ہے اور اب تک اتنے مال جمع کئے گئے مگر اس میں کوئی چیز اتنی قیمتی نہیں ملی ہے، جب کھولا تو وہ عمدہ اور قسم قسم کے ہیرے و جواہرات اور موتی سے بھرا تھا۔ لوگوں نے آدمی سے پوچھا: اتنا قیمتی خزانہ تم کو کہاں سے ہاتھ لگا؟ اس نے کہا: اسی معرکہ میں فلاں جگہ ملا ہے، لوگوں نے کہا: اس میں سے کچھ نکالا تو نہیں ہے؟ اس نے کہا: اللہ تمہیں ہدایت دے، یہ صندوق اور شاہان ایران کی تمام دولت میرے نزدیک تراش کر پھینکے جانے والے ناخن کے برابر بھی نہیں ہے، اگر بیت المال کا حق نہ ہوتا تو اس کو چھوتا بھی نہیں وہیں پڑا رہنے دیتا۔

لوگوں کو بڑا تعجب ہوا، پوچھا آپ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا: واللہ نہ تو میں تم کو اپنا پتہ بتاؤں گا نہ کسی اور کو، کہ تم میری قصیدہ خوانی اور تعریف کرو بلکہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں اسی سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ پھر وہ شخص چلا گیا۔ لوگوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ پتہ لگاؤ یہ کون صاحب ہیں؟

آدمی پیچھے چلا، چلتے چلتے وہ اپنے ساتھیوں میں پہنچ گیا، اس شخص نے ان کے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ تم نہیں جانتے؟ ارے یہ تو بصرہ کے زاہد عامر بن عبداللہ تمیمی ہیں۔

عامرؒ بن عبداللہ کو اس درجہ زہد و تقویٰ کے باوجود حاسدوں کے حسد اور دشمنوں کی دشمنی کی وجہ سے سخت حالات سے دوچار ہونا پڑا۔

ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ پولیس والا ایک ذمی کو گھسیٹے لئے جارہا تھا اور زبردستی اس سے کام کروانا چاہتا تھا، اس پر عامرؒ بن عبداللہ نے اس کی مدد کردی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو ذمی کو چھوڑنا پڑا، بس اس بات کو لے کر وہ خفا ہوا اور بہت سی بے بنیاد باتیں جو آپ کی عبادت گزاری اور دنیا بے زاری میں معاون تھیں، مثلاً یہ کہ سنت رسول سے ان کو بے رغبتی ہے کہ شادی نہیں کرتے اور گوشت نہیں کھاتے اور اس طرح کی بعض اور باتوں سے خلیفہ کے کان بھرے، خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ نے تحقیق کرائی تو معلوم ہوا سب الزامات ہیں، حقیقت کچھ اور ہے، پھر بھی احتیاطاً آپ سے درخواست کی گئی کہ بصرہ چھوڑ کر شام چلے جائیں، آپ شام چلے گئے، حضرت عثمانؓ نے شام کے گورنر کو حکم دیا کہ ان کا بھرپور استقبال کیا جائے، چنانچہ ان کا خوب استقبال کیا گیا جب وہ بصرہ چھوڑنے لگے تو ایک جم غفیر آپ کو الوداع کہنے کے لئے آپ کے ساتھ نکلا، جب ظاہر المرید پہنچے تو لوگوں سے کہا: دیکھو میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو، لوگ ساکت ہوگئے، سب کی نگاہیں ان کی جانب اٹھ گئیں، انہوں نے ہاتھ اٹھایا اور دعا کی:

''اے اللہ جس نے میرے خلاف لگائی بجھائی کی ہے، جھوٹے الزامات لگائے ہیں، اس شہر سے نکلوانے کا سبب بنا، میرے اور میرے ساتھیوں میں جدائی کا باعث ہوا ہے، اے اللہ! میں نے اس کو معاف کردیا تو بھی اس کو معاف کردے، دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اس کو عافیت و سلامتی عطا فرما، مجھ کو اور اس کو اور سارے مسلمانوں کو اپنی بے پایاں رحمت سے ڈھانپ لے۔''

پھر شام کی جانب روانہ ہوگئے اور بقیہ زندگی وہیں گزاری، بیت المقدس میں بود و باش اختیار کرلی، شام کے گورنر معاویہؓ بن ابوسفیان کی طرف سے ان کے ساتھ ان کے شایان شان عزت و اکرام کا برتاؤ کیا گیا۔

جب عامر بن عبداللہؒ کا آخری وقت آگیا تو لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے، دیکھا رو رہے ہیں، لوگوں نے کہا: آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ تو بڑی عبادت و ریاضت کرنے والے ہیں، فرمایا: دنیا کی محبت یا موت کے ڈر سے نہیں روتا ہوں، روتا اس لئے ہوں کہ سفر بڑا طویل اور زادِ راہ قلیل ہے، زندگی کے نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے زندگی کی شام آپہنچی، نہیں معلوم دوزخ کی طرف جارہا ہوں یا جنت کی طرف، اس کے بعد دنیا کے اس مسافر کی شام میں زندگی کی شام ہوگئی۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

☆☆..........☆☆

لا نبی بعدی

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے
مرکزی دار المبلغین کے زیرِ اہتمام

مدرسہ ختمِ نبوۃ ـ مسلم کالونی چناب نگر

نامور علماء و مناظرین و
ماہرینِ فن لیکچر دیں گے
اِن شاء اللہ

سالانہ تربیتی ردِّ قادیانیت و عیسائیت کورس

زیرِ سرپرستی

حکیم العصر محدث کبیر
ولی کامل معلوم الفقہاء
حضرت اقدس
مولانا **عبدالمجید** لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

استاذ المحدثین
حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب دامت برکاتہم
نائب امیر مرکزیہ

بتاریخ
5 شعبان ۱۴۳۱ھ
بمطابق
17 جولائی 2010

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش، خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی
نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب اور نقد انعام دیا جائے گا۔
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

درخواستوں کیلئے پتہ
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ○ چناب نگر ضلع چنیوٹ
چناب نگر: 047-6212611
ملتان: 061-4783486